التیسیر فی اُصول التفسیر

جامع، مختصر اور آسان انداز میں ان اصول وقواعد اور

اصطلاحات کا مجموعہ

جو قرآن فہمی میں معاون اور مقاصد قرآن

کے سمجھنے کا ذریعہ ہے

تالیف

مولانا مفتی محمد ایاز صاحب

جامعہ تبلیغ القرآن یوسف آباد پشاور

فہرست مضامین

🕮 پیش لفظ	03
🕮 اصول تفسیر کی تعریف	04
❖ اصول تفسیر کی اہمیت، ضرورت اور تدوین:	04
❖ اصول تفسیر کے اقسام	06
❖ اقسام کتبِ اصول و قواعد تفسیر	08
❖ کتب علوم القرآن	09
❖ کتب مناہج التفسیر، قواعد التفسیر، اصول تفسیر	10
🕮 آداب واسباب فہم القرآن	12
❖ عمومی آداب	13
❖ فہم قرآن کے متعلق آداب	15
❖ موانع فہم القرآن	18
🕮 تعارفِ قرآن	20
❖ اسماء القرآن، اسماء القرآن فی القرآن	23
❖ تعریف قرآن	31
❖ حکمت نزول قرآن	32
❖ موضوع یا دعویٰ قرآن	34
❖ تقسیم قرآن	37
🕮 تعارف سوّرِ قرآن یا خلاصہ سُوّرِ قرآن	42
🕮 مضامین القرآن	46
❖ علوم خمسہ	46
❖ ہمارے مشائخ کے بیان کے مطابق قرآن کے مضامین	52
🕮 دلائل القرآن	53
❖ عقلی دلائل	54
❖ (۲) نقلی دلائل	56
❖ وحی دلائل	58
❖ حلف (قسم)	60
❖ امثال القرآن	63
❖ قصص القرآن	65

اسلوب القرآن اور طرزِ خطابِ قرآن 68
❖ مخاطبین قرآن 68
❖ تسلی 70
❖ بشارت 71
❖ تشجیع 73
❖ ترغیب 74
❖ ربط القلب 76
❖ زجر 77
❖ تخویف 79
❖ عذابِ برزخ و قبر 80
❖ ختم القلب 81
غیر منقادین کی اقسام 86
❖ یہود 86
❖ نصاریٰ(عیسائی) 90
❖ صابئین 94
❖ مجوس 97
❖ منافقین 99
❖ اعتقادی منافقین کے بعض اوصاف 101
❖ عملی منافقین کی علامات 102
❖ مشرکین، عقائد المشرکین 103
❖ شبہات المشرکین 106
❖ مشرکین کے اقسام 112
مقاصد اور ممداتِ قرآن 114
❖ توحید کی تعریف اور اقسام 114
❖ شرک کی تعریف اور اقسام 118
صدق الرسول، صدق القرآن 128
الایمان بالآخرۃ، الجہاد فی سبیل اللہ، الانفاق فی سبیل اللہ 129
التنظیم، الآداب 130
ضروری اصطلاحات تفسیر 131
مصادر و مراجع 137

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن پاک اللہ کا آخری پیغام اور اور بنی نوع انسان کے ہے اس کا سب بڑا انعام، صحیفہ نور اور منبع روشد وہدایت ہے۔ یہ دلوں کی شفاء، ہر مرض کی دوا ہے۔ یہ کتاب ہدایت، کتاب انقلاب اور دستور حیات ہے۔ یہ ہر زمانے میں انسانیت کے تمام مسائل حل کرنے کی پوری صلاحیت کا حامل ہے۔ مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ [انعام:۳۸]

لیکن اس سے اخذِ مسائل واستنباطِ احکام کو انسانی خواہشات اور بشری افکار وآراء کا کھلونا کسی صورت نہیں بنایا جاسکتا۔ لہٰذا اس کی تشریح وتعبیر اور تفسیر وتاریل کے لئے ایسے اصول وضوابط اور دیگر علوم طے کیے جانا ضروری ہیں جن کی بنیاد پر صحیح تفسیر تک بآسانی رسائی ہو سکے اور تحریف وباطل تاویل سے بچا جا سکے۔

یہی علوم اور اصول وضوابط "علوم القرآن" اور "علم اصول التفسیر" ہی ہیں۔ اس میں یہی بنیادی روح کار فرما ہے۔

اگرچہ بعض اہل علم "علم اصول التفسیر" اور "علوم القرآن" کو مترادف سمجھتے ہیں یعنی جن علوم کے مجموعے کو علوم القرآن کہا جاتا ہے انہی کو علم اصول التفسیر بھی کہتے ہیں۔ لیکن بہت درست بات یہ ہے کہ علوم القرآن کے تحت وہ تمام مباحث آتے ہیں جن کا قرآن پاک سے کسی بھی طرح کا تعلق ہو، خواہ وہ فہم قرآن کے لئے ضروری ہوں یا نہ ہوں۔

جبکہ اصول تفسیر درحقیقت علوم القرآن کا ایک فن اور اہم حصہ ہے۔ اس میں صرف وہی مباحث آتے ہیں جن کا تعلق براہ راست فہم قرآن اور قرآن کے مقاصد کے سمجھتے سے ہو۔ یعنی یہ وہ اصول اور قواعد ہیں جن کا جاننا اور پیش نظر رکھنا قرآن فہمی اور دعوت الی القرآن کے لئے ضروری ہیں۔

یہ کتاب "التیسیر فی اصول التفسیر" بھی انہی اصول تفسیر کے بارے میں ہے جو قرآن فہمی اور مقاصد قرآن کے سمجھنے میں ممد ومعاون ہیں، دعوت الی القرآن، دعوت الی مقاصد قرآن اور اس کے فہم کا ذریعہ ہے۔

یہ کتاب دراصل میرے مرتب کردہ "بیاض القرآن" کے مقدمے "مختصر اصول التفسیر" کے اختصار کی قدرِ تفصیل ہے۔

اللہ تعالیٰ قبول فرما کر اپنی رضا کا ذریعہ بنائے۔ آمین

ابو معاویہ محمد ایاز درانی
جامعہ تبلیغ القرآن یوسف آباد پشاور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اصول تفسیر القرآن

اصول تفسیر کی تعریف:

اصول تفسیر قرآن سے مراد وہ اصول و قواعد ہیں جن کی روشنی میں قرآن پاک کی وضاحت اور تشریح آسانی سے سمجھی جا سکتی ہے، جن کے ذریعے قرآن فہمی اور قرآن پاک کے معانی اور مطالب کی سمجھ میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔

اصول تفسیر کی اہمیت، ضرورت اور تدوین:

اصول تفسیر علوم القرآن کے فنون و علوم اور مضامین میں سے ایک مستقل اور اہم فن و مضمون ہے۔

ہر علم اور فن میں اس متعلقہ علم و فن کے اصول یاد کرنا اور سمجھنا ضروری ہے کیونکہ اصول کی سمجھ و فہم سے وہ علم آسان ہو جاتا ہے جیسا کہ علماء فرماتے ہیں:

مَنْ حُرِمَ الْاُصُوْلَ حُرِمَ الْوُصُوْلَ۔

یعنی جو شخص کسی فن کے اصول کی سمجھ سے محروم رہ گیا تو وہ اُس فن کی حقیقت تک پہنچنے سے محروم رہے گا۔ علماء کرام نے ہر فن و علم کے جدا جدا اصول مرتب کر کے کتابیں لکھی ہیں۔

علم الحدیث کے لیے، اصول حدیث، قواعد الحدیث اور مصطلحات الحدیث وضع کیے ہیں جس سے صحیح اور ضعیف اور موضوع حدیث کے درمیان فرق کیا جاتا ہے۔

علم الفقہ کے لیے اصول فقہ اور قواعد الفقہ مرتب کر کے اس کے ذریعے علم فقہ کے سمجھنے میں آسانی پیدا ہوئی۔ اسی طرح علم قرآن اور تفسیر کے بھی کچھ اصول، قواعد اور اصطلاحات ہیں جس کے ذریعے قرآن پاک کی معانی اور مطالب کی فہم میں آسانی پیدا ہوتی ہے اور یہ اصول فہم قرآن میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔

کیونکہ قرآن پاک کی آیات میں تدبر اور فکر کرنے سے قرآن کی فہم پیدا ہوتی ہے

اور فہم و سمجھ اصول و قواعد کے سمجھنے سے آتی ہے۔ اس لیے اصول و قواعد کا سمجھنا اور یاد کرنا بے حد ضروری ہے۔

علماء تفسیر نے جب تفاسیر میں وضع، اختراع، صحیح و سقیم، اسرائیلیات کی بہتات اور غیر متعلقہ مباحث اور تفسیر بالرائے مذموم کی صورتِ حال دیکھی اور متاخرین کی تفاسیر کا تقابل متقدمین کی تفاسیر سے کی تولا محالہ ان کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ تفسیر کے لیے ایسے اصول و قواعد مدون کیے جائے جو قرآن کریم کے فہم اور تفسیر میں ممد و معاون ثابت ہو سکیں، جنہیں صحابہ کرامؓ و تابعین اور متقدمین اسلاف تفسیرِ قرآن کرتے ہوئے مد نظر رکھتے تھے تاکہ تفسیر بالمنقول والمعقول میں حق و باطل کے درمیان امتیاز ہو سکے اور صحیح تفسیری اقوال کو باطل سے جدا کیا جا سکے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اپنی کتاب "مقدمۃ فی اصول التفسیر" کا سببِ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ سَاَ لَنِیْ بَعْضُ الْاِخْوَانِ اَنْ اَکْتُبَ لَهٗ مُقَدِّمَةً تَتَضَمَّنُ قَوَاعِدَ کُلِّیَّةً تُعِیْنُ عَلٰی فَهْمِ الْقُرْاٰنِ وَ مَعْرِفَةِ تَفْسِیْرِهٖ وَ مَعَانِیْهِ وَالتَّمْیِیْزِ فِیْ مَنْقُوْلِ ذَالِكَ وَ مَعْقُوْلِهٖ بَیْنَ الْحَقِّ وَ اَنْوَاعِ الْاَبَاطِیْلِ وَالتَّنْبِیْهِ عَلَی الدَّلِیْلِ الْفَاصِلِ بَیْنَ الْاَقَاوِیْلِ۔ [مقدمہ فی اصول التفسیر:۷]

"مجھ سے بعض احباب نے تقاضا کیا کہ میں ان کے لیے ایک ایسا مقدمہ تحریر کر دوں جو مشتمل ہو ایسے کلی قواعد پر جو فہم قرآن میں معاون ہوں، جن سے قرآن کی تفسیر اور مفاہیم کی پہچان حاصل ہو۔ جن کی بنیاد پر نقلی و عقلی تفاسیر میں حق اور باطل کے درمیان امتیاز حاصل ہو اور مختلف اقوال کے درمیان فیصلہ کن دلیل کا پتہ چل جائے۔"

اصول تفسیر کے اقسام

اصول تفسیر کے بنیادی طور پر تین اقسام ہیں۔

- ایک قسم وہ اصول اور قواعد ہیں جن کا تعلق قرآن پاک کے مفرد الفاظ اور کلمات کے ساتھ ہے کہ یہ لفظ حقیقی معنیٰ میں استعمال ہے یا مجازی میں یعنی ان اصول و قواعد سے لفظ اور کلمے کے معانی کی پہچان ہوتی ہے۔ اصول کے اس قسم کو قواعد التفسیر کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر ان اصول اور قواعد کا تعلق علم لغت، علم اشتقاق، علم الصرف، علم النحو، علم المعانی، علم البیان اور علم البدیع وغیرہ سے ہے۔ علم لغت کے ذریعے معنی کی پہچان ہوتی ہے اور علم اشتقاق، علم الصرف، علم النحو اس لیے ضروری ہے کہ معانی کے لیے الفاظ قالب کی مانند ہیں۔ مشتق منہ کی تغیر، اعراب کی تغیر اور مادہ کی تغیر کی وجہ سے معنی میں تغیر آتا ہے۔ اسی طرح باب کے بدل جانے سے معنی میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ اصول اور قواعدِ قرآن کی یہ قسم جاننا بے حد ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر صحیح معنی اور مطلب جاننا مشکل ہے بلکہ بسا اوقات تو معنی غلط ہو جاتا ہے اور شارع کا مقصد بدل کر تحریف واقع ہو جاتی ہے۔

اس اہمیت کی بناء پر بعض مفسرین نے اپنی تفاسیر میں ان قواعد اور اصول پر بہت زور دیا ہے اور بعض نے اس پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جیسے مفردات القرآن، معانی القرآن، غریب القرآن، مشکل القرآن، اعراب القرآن اور الوجوہ والنظائر۔ اسی طرح ابو حیان اندلسی نے "بحر المحیط" میں، ابن عطیہ نے "المحرر الوجیز" میں اور ابن عاشور نے "التحریر والتنویر" میں ان مباحث پر بات کی ہے۔

- دوسری قسم وہ اصول ہیں جن کے ذریعے تفسیر، طرق تفسیر، مناھج تفسیر، طبقات المفسرین، اقسام تفسیر، تاریخ تفسیر، تفسیر بالروایۃ والدرایۃ، تفسیر اور تاویل کے درمیان فرق پہچانا جاتا ہے۔ الغرض قرآن کے علوم کے متعلق مختلف قسم کے مباحث اور مضامین و عناوین ہیں۔ اس قسم کے اصول کو عام طور پر علوم القرآن کہا

جاتا ہے۔اس پر علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

- تیسری قسم وہ اصول ہیں جن کا تعلق قرآن کے مقاصد کی معرفت سے ہے یعنی وہ اصول اور قواعد جس کے ذریعے قرآن فہمی میں آسانی پیدا ہوتی ہے، قرآن کے مضامین صحیح طور پر سمجھ آتے ہیں اور قرآن کے مقصد کی سمجھ میں ممد و معاون ہیں۔

جب قرآن کا ترجمہ اور تفسیر ان اصول اور قواعد کے مطابق کیا جائے تو اس کے بہت زیادہ اسرار و لطائف اشکارہ ہو جاتے ہیں اور فائدہ بھی عام ہو جاتا ہے اور قرآن کے مضامین صحیح طور پر سمجھ میں آجاتے ہیں۔

اس قسم اصول و قواعد کو اصول تفسیر کہتے ہیں۔اس پر بھی علماء کی مستقل کتابیں موجود ہیں۔

الغرض ہم اپنی اس کتاب میں ان پہلے دو قسم اصول تفسیر کا بیان نہیں کریں گے کیونکہ یہ دونوں قسم اصول اکثر مفسرین نے اپنی تفسیروں میں ذکر کی ہیں، ہمارا بحث اس تیسری قسم اصول یعنی اصول تفسیر سے ہو گا جن کا تعلق قرآن کے مقاصد کی معرفت سے ہے۔

اقسام کتبِ اصول وقواعد تفسیر

اگر اصول تفسیر کی تدوین کے حوالے سے پچھلے علماء کی علمی کاوشوں کا جائزہ لیا جائے تو اس حوالے سے پانچ قسم کی کتابیں سامنے آتی ہیں۔

کتب اصول فقہ:

جب تک اصول تفسیر کے مستقل کتابیں مدون نہیں ہوئی تھی اس وقت فقہاء کرام نے قرآن و سنت سے استدلال واستنباط کرنے کے اصول وضع کئے، ان اصول فقہ کی کتابوں میں اصول تفسیر کو بھی مفصل طور پر واضح کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی جامع کتاب امام شافعیؒ (متوفی ۲۰۴) کی کتاب "الرسالۃ" ہے۔ جس میں انہوں نے کتاب و سنت کی بنیادی مباحث، مراتب بیان کی، ناسخ و منسوخ، عموم و خصوص، مجمل مفصل اور امر و نہی وغیرہ کے متعلق تفصیلی بحث کی اور ان کے بعد دیگر فقہاء نے اصول فقہ پر کتابیں لکھی۔

الغرض اصول فقہ کی یہ تمام علوم گویا کہ اصول تفسیر اور اصول فقہ میں مشترک ہیں۔

کتب تفسیر:

بعض مفسرین نے اپنی تفاسیر کے مقدمات میں اصول تفسیر کے بعض جزئیات پر بحث کی ہے۔ مفسرین کے مصادر تفسیر ذکر کئے اور بعض اوقات آیات کی تفسیر کے دوران یہ اصول بیان کئے ہیں۔ ان میں سے بعض کتب یہ ہیں:

- جامع البیان لابن جریرؒ (م ۳۱۰ھ)
- النکت والعیون للماوردی (م ۴۵۰ھ)
- جامع التفاسیر للراغب الاصفہانی (م ۵۰۲ھ)
- المحرر الوجیز لابن عطیۃ (م ۵۴۲ھ)
- الجامع لاحکام القرآن للقرطبی (م ۶۷۱ھ)
- تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر (م ۷۷۴ھ)
- التحریر والتنویر لابن عاشور (م ۱۳۹۳ھ)
- اضواء البیان لمحمد امین شنقیطی (م ۱۳۹۳ھ)

کتب علوم القرآن:

علوم القرآن سے مراد وہ تمام علوم و معارف اور قرآنی مضامین اور عنوانات ہیں جو علماء کرام و مفسرین نے گزشتہ چودہ سو سال کے دوران قرآن پاک کے حوالے سے مرتب فرمائے ہیں۔ علوم قرآن میں بقول علماء 60 یا 90 یا 300 علوم ہیں جن میں سے بعض اہم یہ ہیں۔ علم التفسیر، علم اسباب النزول، اعجاز القرآن، علم المکی والمدنی، علم الناسخ والمنسوخ، اعراب القرآن، معانی القرآن، غریب القرآن، مشکلات القرآن، متشابہ القرآن، علم الوجوہ والنظائر، احکام القرآن، علم المناسبات، نظم القرآن، مجاز القرآن، علم توجیہ القراءات، علم مبہمات القرآن، علم اصول التفسیر القرآن، تعارف القرآن، فضائل القرآن، تدوین القرآن، آداب القرآن، حفاظۃ القرآن، تاریخ القرآن، امثال القرآن وغیرہ۔

بعض اہم کتب علوم القرآن یہ ہیں:

- البیان فی علوم القرآن — فضل بن اسماعیل تمیمی جرجانیؒ (م ۴۵۸ھ)
- مقدمۃ فی علوم القرآن — ابن عطیہ اندلسیؒ
- عجائب علوم القرآن — ابو الفرج عبد الرحمن ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ)
- البرھان فی علوم القرآن — بدر الدین زرکشیؒ (م ۷۹۴ھ)
- الاتقان فی علوم القرآن — جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ)
- مناھل العرفان فی علوم القرآن — علامہ زرقانیؒ (م ۱۳۶۷ھ)
- مباحث فی علوم القرآن — مناع القطانؒ (م ۱۴۲۰ھ)
- یتیمۃ البیان فی شئی من علوم القرآن علامہ محمد یوسف بنوریؒ (م ۱۳۹۷ھ)
- علوم القرآن — مفتی تقی عثمانی صاحب
- علوم القرآن — مولانا گوہر رحمنؒ صاحب
- علوم القرآن — مولانا شمس الحق افغانیؒ
- علوم القرآن — ڈاکٹر مولانا سراج الاسلام حنیف

کتب مناہج التفسیر:

منہج، اسلوب اور طریقہ نگارش کو کہتے ہیں۔ مفسرین اپنی تفسیر کے ترتیب دینے میں جو قواعد وضوابط اور طرز کو اختیار کرتے ہیں اور اُن کا جو تفسیری منہج ہوتا ہے اُسے منہج التفسیر یا مناہج التفاسیر کہتے ہیں۔

اس فن پر اور تفاسیر کے مناھج کے اصول وضوابط پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

- مناهج المفسرین — الدکتور احمد بن محمد شرفاوی
- مناهج المفسرین — دکتور محمود بن النقرشی
- مناهج المفسرین — ڈاکٹر مولانا سراج الاسلام حنیف

کتب قواعد التفسیر:

وہ اصول وقواعد جو تفسیر قرآن کے عربیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس فن سے متعلق بعض کتب درج ذیل ہیں:

- القواعد الحسان لتفسیر القرآن — عبدالرحمن بن ناصر السعدی (م ۱۳۷۶ھ)
- قواعد التفسیر — دکتور خالد بن عثمان السبت
- قواعد التفسیر — مولانا محمد نعمان

کتب اصول تفسیر:

وہ کتب جن کا تعلق قرآن کے مقاصد کی معرفت سے ہے جس کے ذریعے قرآن فہمی میں آسانی پیدا ہوتی ہے اور انسان کو قرآن کی مضامین کی صحیح سمجھ آجاتی ہے۔

اصول تفسیر میں لکھی گئی بعض کتب یہ ہیں۔

- مقدمہ جامع التفاسیر — ابو القاسم حسین بن محمد راغب اصفہانیؒ (م ۵۰۲ھ)
- مقدمہ فی اصول التفسیر — تقی الدین احمد ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ)
- الاکسیر فی علم التفسیر — سلیمان الطوفیؒ (م ۷۱۶ھ)

- التیسیر فی قواعد علم التفسیر — محمد بن سلیمان کافیجیؒ (م ۸۷۹ھ)
- الفوز الکبیر فی اصول التفسیر — شاہ ولی اللہ دھلویؒ (م ۱۱۷۶ھ)
- اصول تفسیر القرآن — امام حمید الدین فراہیؒ (م ۱۳۴۹ھ)
- العرفان فی اصول القرآن — شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیریؒ (م ۱۴۰۷ھ)
- اصول فی التفسیر — شیخ محمد بن صالح العثیمینؒ (م ۱۴۲۱ھ)
- القول المنیر فی علم اصول التفسیر — شیخ اسماعیل عنان زین الدینؒ
- مقدمہ جواھر القرآن — شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ
- تنشیط الاذھان فی اصول تفسیر القرآن — شیخ عبد السلام رستمیؒ

آداب واسباب فہم القرآن

دین اسلام سراسر ادب ہے، ہر عمل کے لیے ادب ایسی حیثیت رکھتی ہے جیسے نماز کے لیے وضو۔ انسان ادب کے بغیر اللہ تعالیٰ کے فضل سے دور اور محروم رہتا ہے۔ علامہ رومیؒ مثنوی میں لکھتے ہیں:

از خدا خواهیم توفیقِ ادب — بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

بے ادب تنها نه خود را داشت بد — بلکه آتش در همه آفاق زد

✵ امام کرمانیؒ نے اپنی کتاب "الفروق" میں لکھا ہے کہ:

"ادب رتبہ اور مقام میں عمل سے بڑھ کر ہے۔ اس لیے ایسا عمل جو کہ تھوڑا سا ہو مگر آداب کے ساتھ کیا گیا ہو وہ اس زیادہ عمل سے بہتر ہے جو بغیر آداب کے کیا جائے"۔

✵ علماء فرماتے ہیں کہ:

كَانَ السَّلَفُ يَطْلُبُوْنَ الْاَدَبَ ثُمَّ الْعِلْمَ

"سلف صالحین پہلے ادب سیکھتے پھر علم سیکھتے تھے"۔

✵ عبد اللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں:

نَحْنُ اِلٰى قَلِيْلٍ مِنَ الْاَدَبِ اَحْوَجُ مِنَّا اِلٰى كَثِيْرٍ مِنَ الْعِلْمِ۔

"ہم زیادہ علم کی نسبت کم ادب کے زیادہ محتاج ہیں"۔

✵ ایک اور موقع پر فرمایا:

طَلَبْتُ الْاَدَبَ ثَلَاثِيْنَ سَنَةً وَطَلَبْتُ الْعِلْمَ عِشْرِيْنَ سَنَةً۔

"میں نے تیس سال ادب اور بیس سال علم سیکھا ہے"۔

✵ ابو علیؒ فرماتے ہیں:

تَرْكُ الْاَدَبِ يُوْجِبُ الطَّرْدَ فَمَنْ اَسَاءَ الْاَدَبَ عَلٰى بِسَاطِ رُدَّ اِلَى الْبَابِ وَمَنْ اَسَاءَ الْاَدَبَ عَلَى الْبَابِ رُدَّ اِلٰى سِيَاسَةِ الدَّوَابِّ۔

ادب کی تعریف:

اِجْتِمَاعُ خِصَالِ الْخَیْرِ فِی الْعَبْدِ "بندے میں اچھی خوبیاں جمع ہونا"

یا اِسْتِعْمَالُ الْخُلُقِ الْجَمِیْلِ "اچھے اخلاق کا استعمال کرنا"

آدابِ قرآن:

قرآن پاک کے آداب دو قسم پر ہیں:

(۱) عمومی آداب (۲) فہم قرآن سے متعلق آداب۔

عمومی آداب:

✵ علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے:

(۱) وَیُسْتَحَبُّ الْاِکْثَارُ مِنْ قِرَآءَةِ الْقُرْآنِ وَتِلَاوَتِهٖ وَنِسْیَانُهٗ کَبِیْرَةٌ۔

(۲) وَیُسْتَحَبُّ الْوُضُوْءُ لِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ لِاَنَّهٗ اَفْضَلُ الْاَذْکَارِ۔

(۳) وَتُسَنُّ الْقِرَاءَةُ فِیْ مَکَانٍ نَظِیْفٍ وَاَفْضَلُهُ الْمَسْجِدُ۔

(۴) وَیُسَنُّ اَنْ یَّسْتَاکَ تَعْظِیْمًا وَّتَطْهِیْرًا۔

(۵) وَیُسَنُّ التَّعَوُّذُ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ۔

(۶) وَلْیُحَافِظْ عَلٰی قِرَاءَةِ الْبَسْمَلَةِ۔

(۷) وَیُسَنُّ التَّرْتِیْلُ فِیْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ۔

(۸) وَیُسَنُّ الْقِرَاءَةُ بِالتَّدَبُّرِ وَالتَّفَهُّمِ۔

(۹) وَیُسْتَحَبُّ الْبُکَاءُ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ۔

(۱۰) وَیُسَنُّ تَحْسِیْنُ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ۔

(۱۱) وَیُسَنُّ الْاِسْتِمَاعُ لِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ۔

(۱۲) وَیُسَنُّ السَّجْدَةُ عِنْدَ قِرَاءَةِ اٰیَةِ السَّجْدَةِ۔

(۱۳) وَیُسْتَحَبُّ التَّکْبِیْرُ مِنَ الضُّحٰی اِلٰی آخِرِ الْقُرْآنِ۔

(۱۴) وَیُسَنُّ الدُّعَاءُ عَقِبَ الْخَتْمِ۔ [الاتقان فی علوم القرآن:۱۰۴]

✵ امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں یہ آداب ذکر کئے ہیں۔

(۱) اَلْمَنْعُ عَنْ تَوَسُّدِ الْقُرْآن۔

(۲) اَلْاَخْذُ بِالْیَمِیْنِ بَلْ کُلُّ کِتَابٍ دِیْنِیٍّ یُؤْخَذُ بِالْیَمِیْنِ۔

[کما قال الملا علی القاری فی مرقات:۳۵۵]

(۳) تَحْرِیْمُ مَدِّ الرِّجْلِ اِلَیْهِ۔

(۴) مَنْعُ وَضْعِ الشَّیْءِ فَوْقَهٗ۔

(۵) اِسْتِدْبَارُهٗ مِنْ غَیْرِ مُبَالَاةٍ۔

(۶) اَلتَّخَطِّی عَلَیْهِ۔

(۷) رَمْیُهٗ مِنْ بَعِیْدٍ۔

(۸) تَصْغِیْرُ اَلْفَاظِهٖ بِحَیْثُ لَا تُقْرَءُ (ذکرہ ابن حجر)

(۹) اَنْ لَّا یَتْرُکَهٗ مَنْشُوْرًا مِنْ غَیْرِ قِرَآءَةٍ۔

(۱۰) اَنْ لَّا یَضَعَهٗ عَلَی الْاَرْضِ۔

(۱۱) اَنْ لَّا یَعْتَمِدَ عَلَیْهِ [ھذا ما ذکرہ شیخ عبد السلامؒ فی تنشیط الاذھان]

اس کے علاوہ امام نوویؒ نے اپنی کتاب "التبیان فی آداب حملۃ القرآن" میں بھی قرآن پاک کے عمومی آداب بیان کیے ہیں۔

فہم قرآن کے متعلق آداب:

ہمارے مشائخ قرآن فہمی کے متعلق آداب، قرآن ہی سے بیان کرتے ہیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

(1) طَهَارَةُ الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ:

✵ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ [واقعہ:۷۹]

اس آیت کے مفہوم میں مفسرین کے مندرجہ ذیل مختلف اقوال ہیں:

- لَا يَنَالُ فَهْمَ مَعَانِيْهِ إِلَّا الْقُلُوْبُ الطَّاهِرَةُ۔

"یعنی قرآن کا فہم وہ لوگ حاصل کر سکتے ہیں جن کے دل حسد، ضد، کینہ، بغض، دنیا پرستی، اور بد اخلاقی سے صاف ہوں"۔

- معالم التنزیل میں امام فراءؒ نے نقل کیا ہے کہ:

اَلْمُطَهَّرُوْنَ مِنَ الشِّرْكِ اَیِ الْمُوَحِّدُوْنَ وَالْمُرَادُ مِنَ الْمَسِّ الْعِلْمُ وَالْفَهْمُ اَیْ لَا يَعْلِمُهٗ إِلَّا الْمُوَحِّدُوْنَ۔

- زاد المسیر میں ابن جوزیؒ لکھتے ہیں: اَلْمُطَهَّرُوْنَ مِنَ الذُّنُوْبِ وَالْخَطَايَا
- لَا يَمَسُّهٗ میں ضمیر راجع ہے لوح محفوظ کو اور مطہرون سے مراد ملائک ہیں۔
- جمہور کے نزدیک ضمیر راجع ہے قرآن کو اور مُطَهَّرُوْنَ سے مراد مُطَهَّرُوْنَ مِنَ الْاَحْدَاثِ ہے یہاں یہ جملہ خبریہ بمعنی انشاء ہے۔یعنی قرآن کو ہاتھ نہ لگائے مگر پاک لوگ۔ اس تفسیر کی تائید موطا امام مالکؒ کی ایک روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا عمرو بن حزمؓ کو خط میں لکھا تھا کہ "أَنْ لَّا يَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ" [قَالَ ابْنُ کثیر قد روی ھذا الحدیث موصولا عن کثیر من الصحابة]

(2) تلاوتهٗ علَى السُّكونِ والتَّرْتيلِ:

✵ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ [قیامہ:۱۶]

✵ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا [مزمل:۱۴]

سیدنا ابن مسعودؓ کو کسی نے ایک شخص کے بارے میں خبر دی کہ وہ ایک ہی رات میں سارا قرآن ختم کر دیتا ہے تو آپؓ نے فرمایا: ”اَهَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ“ یعنی یہ تو شعر شاعری کی طرح پڑھنا ہے۔

(3) التَّقوىٰ و طلبُ مرضاةِ اللهِ:

✵ يَهْدِىْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلَامِ [مائدہ:١٦]

✵ الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ [بقرہ:١،٢]

(4) الخشوعُ و خشيةُ اللهِ تعالىٰ:

✵ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا وَ يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا۔

[بنی اسرائیل:١٠٧تا١٠٩]

✵ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَ ضِيَآءً وَّ ذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ [انبیاء٤٩،٤٨]

(5) العزمُ و اليقينُ و الصبرُ:

✵ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ [السجدہ:٢٤]

✵ قال الشيخ الاسلام ابن تيميةؒ بِالصَّبْرِ وَالْيَقِيْنِ تُنَالُ الْاِمَامَةُ فِى الدِّيْنِ۔

(6) عدمُ الرُّكونِ الى الدنيا و اِتِّباعِ الهوىٰ:

✵ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ

[اعراف:١٧٦]

وقال سفیان الثوریؒ: لَا يَجْتَمِعُ فَهْمُ الْقُرْاٰنِ وَ الْاِشْتِغَالُ بِالْحُطَامِ فِىْ قَلْبِ مُؤْمِنٍ اَبَدًا۔ یعنی قرآن کی فہم اور دنیا کی اسباب میں دل لگا کر مشغول ہونا مومن کی دل میں کبھی جمع نہیں ہو سکتا۔ [البرھان فی علوم القرآن]

(7) الاجتناب مِنَ التَّکَبُّرِ:

✵ سَاَصۡرِفُ عَنۡ اٰیٰتِیَ الَّذِیۡنَ یَتَکَبَّرُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ۔ [اعراف:۱۴۶]

قال قتادةؒ: اَمۡنَعُهُمۡ عَنۡ فَهۡمِ الۡآ یَاتِ۔

قال ذو النون المصری: اَبَی اللّٰہُ عزوجل اِلاَّ اَنۡ یَحۡرُمَ قُلُوۡبَ الۡبَطَّالِیۡنَ مَکۡنُوۡنَ حِکۡمَةِ الۡقُرۡآنِ۔

(8) التدبرُ والتفکرُ فیہ:

✵ کِتَابٌ اَنۡزَلۡنَاهُ اِلَیۡکَ مُبَارَکٌ لِیَدَّبَّرُوۡآ اٰیَاتِهٖ وَلِیَتَذَکَّرَ اُوۡلُوا الۡاَلۡبَابِ [ص:۲۹]

قال الامام القرطبی: فِیۡ هٰذَا دَلِیۡلٌ عَلٰی وُجُوۡبِ مَعۡرِفَةِ مَعَانِی الۡقُرۡآن۔

و قال ایضا: اِنَّهٗ لَا خَیۡرَ فِی عِبَادَةٍ لَا عِلۡمَ فِیۡهَا وَلَا خَیۡرَ فِیۡ عِلۡمٍ لَا فَهۡمَ فِیۡهَا وَلَا خَیۡرَ فِیۡ قِرَأَةٍ لَا تَدَبُّرَ فِیۡهَا۔ [و کذا فی دارمی:۱/۷۶]

وقال سفیان الثوری: اُنۡزِلَ الۡکِتَابُ لِتَدَبُّرِ وَجَعَلُوۡهُ لِلتِلَاوَةِ۔

و قال الشاہ ولی اللہؒ: مقصد از نزولِ قرآن محض تلفظ نیست۔

✵ وَالَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِّرُوۡا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمۡ لَمۡ یَخِرُّوۡا عَلَیۡهَا صُمًّا وَّعُمۡیَانًا۔ [فرقان:۷۳]

وَنَفۡیُ الۡخُرُوۡرِ الۡخَاصِ کِنَایَةٌ عَنِ التَّفَکُّرِ۔

(9) الاستماعُ والانصاتُ للقرآنِ:

✵ وَاِذَا قُرِئَ الۡقُرۡآنُ فَاسۡتَمِعُوۡا لَهٗ وَاَنۡصِتُوۡا لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ [اعراف:۲۰۴]

✵ وَاِذۡ صَرَفۡنَا اِلَیۡکَ نَفَرًا مِنَ الۡجِنِّ یَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقُرۡآنَ فَلَمَّا حَضَرُوۡهُ قَالُوۡا اَنۡصِتُوۡا فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوۡا اِلٰی قَوۡمِهِمۡ مُنۡذِرِیۡنَ [جن:۲۹]

لیث بن سعدؒ سے نقل ہے کہ لَیۡسَ شَیۡئٌ اَسۡرَعَ اِلَیۡهِ الرَّحۡمَةُ مِنۡ مُسۡتَمِعِ الۡقُرۡآن

(10) التَّوَجُّهُ الۡکَامِلُ:

✵ اِنَّ فِیۡ ذَالِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ لَهٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَهُوَ شَهِیۡدٌ [ق:۳۷]

موانع فہم القرآن

علامہ زرکشیؒ لکھتے ہیں: وَاعْلَمْ اَنَّهُ لَا يَحْصُلُ لِلنَّاظِرِ فَهْمُ مَعَانِي الْوَحْيِ حَقِيْقَةً وَلَا يَظْهَرُ لَهُ اَسْرَارُ الْعِلْمِ مِنْ غَيْبِ الْمَعْرِفَةِ۔

یعنی بعض امور ایسے ہیں جس کی موجودگی میں انسان قرآن فہمی اور وحی کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا اور نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کے اسرار ورموز کا اس کے دل ودماغ پر ورود ہوتا ہے۔

(۱) وَفِي قَلْبِهٖ بِدْعَةٌ:

جس کے دل میں بدعت ہو، تو وہ آدمی قرآن سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔

(۲) اَوْ اِصْرَارٌ عَلَى الذَّنْبِ:

جو انسان گناہ پر دوام کرتا ہو اور توبہ نہیں کرتا۔

(۳) اَوْفِي قَلْبِهٖ كِبْرٌ:

جس کے دل میں تکبر ہو، حدیث کی رو سے تکبر کہتے ہیں۔

"بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ" حق کو جھٹلانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔

(۴) اَوْ هَوًى:

جس میں خواہشات کی تابعداری ہو۔

(۵) اَوْ حُبُّ الدُّنْيَا:

دنیا کے ساتھ ایسی محبت ہو کہ دنیا کو اللہ اور اللہ کے احکامات پر ترجیح دیتا ہو۔

(۶) اَوْ يَكُوْنُ غَيْرَ مُتَحَقِّقِ الْاِيْمَانِ:

جس کا ایمان قوی نہ ہو۔

(۷) اَوْ يَكُوْنُ ضَعِيْفَ التَّحْقِيْقِ:

جو بات کی پوری تحقیق نہیں کرتا۔

(۸) اَوْ یَکُوْنُ مُعْتَمِدًا عَلٰی قَوْلِ مُفَسِّرٍ لَیْسَ عِنْدَہٗ عِلْمٌ اِلَّا بِالظَّاھِرِ مِنَ الْمَعَانِیْ:

ایسے مفسر کے قول پر اعتماد کرتا ہو جس کے پاس تفسیر کا گہرا علم نہ ہو۔

(۹) اَوْ یَکُوْنُ رَاجِعًا اِلٰی مَعْقُوْلِہٖ فَقَطْ [البرھان:۲/۱۸]

یعنی صرف اپنی عقل پر اعتماد کرتا ہے عقل کو نقل سے نہیں پرکھتا۔

- قَالَ الْحَسَنُ الْبَصْرِیْ: عِلْمُ الْقُرْآنِ ذَکَرٌ لَا یَعْلَمُہٗ اِلَّا الذُّکُوْرُ مِنَ الرِّجَالِ

[البرھان]

یعنی قرآن کا علم محنت طلب علم ہے، اس کے لیے سخت جان بننے اور بہت زیادہ محنت و مشقت کرنے کی ضرورت ہے۔

تعارفِ قرآن

قرآن کا تعارف مندرجہ ذیل پانچ باتوں پر مشتمل ہے۔

(1) اسماء القرآن:

کسی بھی کتاب کا تعارف اس کے نام سے ہوتا ہے کیونکہ کتاب کے نام ہی سے اس کے موضوع کی عکاسی ہوتی ہے۔ جس طرح ہر مصنف اپنی تصنیف کا نام تجویز کرتا ہے، اسی طرح اللہ نے بھی قرآن کے مختلف نام رکھے ہیں، جن سے اس کے مرکزی موضوع کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ ان ناموں میں سب سے زیادہ مشہور نام قرآن ہے۔

لفظ قرآن کی لغوی تحقیق:

لغت میں لفظ قرآن کا معنی کیا ہے اور کس چیز سے ماخوذ ہے۔ اس میں علماء کے کئی اقوال ہیں۔ اس کے بارے میں بھی اختلاف ہے کہ یہ لفظ مہموز ہے یا غیر مہموز۔

اگر غیر مہموز ہو تو بعض علماء کے نزدیک۔۔۔!

- یہ کتابُ اللہ کا اسم علم ہے، غیر مشتق ہے اور کلام الٰہی کے ساتھ مختص ہے۔ جیسے تورات اور انجیل اسم علم ہیں۔ یہ قول امام شافعیؒ کا ہے۔
- بعض کے نزدیک یہ مشتق ہے قِرَأَۃُ الشَّيْئِ بِالشَّيْئِ سے (کسی چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملانا، متصل کرنا) اس معنٰی کے اعتبار سے قرآن کو قرآن اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی سورتیں اور آیتیں ایک دوسرے کے ساتھ متصل اور مربوط ہیں۔ تو اس اعتبار سے قرآن بمعنی مقرون ہوا۔
- امام فراءؒ کہتے ہیں کہ یہ ماخوذ ہے قرائن (جمع قرینہ) سے۔ اس معنی کے اعتبار سے قرآن کو قرآن اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی آیات ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ مشابہہ اور ایک دوسرے کے قرائن ہیں۔

اور جو علماء کہتے ہیں کہ قرآن کا لفظ مہموز ہے، ان کا بھی آپس میں اختلاف ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ۔۔۔!

- قرأت سے مصدر ہے (قرآن جیسے غفران) بمعنی مَقْرُوْءٌ (پڑھا ہوا)۔
- بعض کہتے ہیں کہ یہ وصف ہے فُعْلَانٌ کے وزن پر، قَرءَ سے مشتق ہے بمعنی جَمَعَ، قرآن کی آیات اور سورتیں بھی ایک دوسرے کے ساتھ جمع اور ضم ہیں۔

فائدہ:

امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ وحی کے ہر مجموعے کو اور کلام کے ہر مجموعے کو قرآن نہیں کہا جاتا اور قرآن کو تو قرآن اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس نے تمام کتب سابقہ منزلہ کے ثمرات اور علوم کو اپنے اندر جمع کیا ہے۔

- امام فراءؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کو قرآن اس لیے کہتے ہیں کہ قاری اسے اپنے سینے سے ظاہر کرتا ہے، بیان کرتا ہے جیسا کہ عرب کہتے ہیں مَا قَرَأَتِ النَّاقَةُ سلًا قَطُّ یعنی اونٹنی نے بالکل بچہ جنا ہی نہیں یعنی ظاہر نہیں کیا۔

قول فیصل:

امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک مختار قول امام شافعیؒ کا ہے۔[اتقان]

اور عند الجمہور قرآن قَرَأَیَقْرَأُ کا مصدر ہے بمعنی جمع کرنا اور پڑھنا۔

[ماخوذ: علوم القرآن از شیخ محمد تقی عثمانی، شیخ گوہر رحمٰن]

قرآن کی وجہ تسمیہ:

ان تمام اقوال کے اعتبار سے قرآن کو قرآن اس لیے کہتے ہیں کہ:

- یہ آیات اور سورتوں کا مجموعہ ہے۔
- انبیاء سابقین کی کتب اور صحیفوں کی تعلیمات کا عطر اور خلاصہ ہے۔
- قصص، واقعات و حالات اور حوادث اور اوامر و نواہی اور مضامین، اس میں مناسب اور مربوط انداز کے ساتھ جمع ہیں۔
- پڑھی جانے والی کتاب ہے۔
- علوم اور معارف کا بہترین مجموعہ ہے۔

فائدہ مفیدہ:

قرآن کے لیے "قرآن" کا نام کفار کی اس قول کی تردید کے لیے رکھا گیا ہے کہ وہ کہتے تھے۔ (لَاتَسۡمَعُوۡالِهٰذَا الۡقُرۡآنِ وَالۡغَوۡافِيهِ لَعَلَّكُمۡ تَغۡلِبُوۡنَ) یعنی جب قرآن پڑھا جاتا ہو تو اس کو مت سنو بلکہ شور مچاؤ تاکہ اس کا اثر ختم ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی تردید کے لیے اپنی کتاب کا نام قرآن رکھا یعنی پڑھی جانے والی کتاب جو قیامت تک پڑھا جائے گا اور اس کا اثر کبھی ختم نہیں ہو گا۔ [علوم القرآن لشیخ تقی عثمانی]

اسماء القرآن فی القرآن

علماءِ تفسیر نے قرآن کے بہت زیادہ نام ذکر کیے ہیں یہ تمام نام خود قرآن پاک میں موجود ہیں۔ یہ زیادہ نام اس کی عظمت وشرافت کی دلیل ہیں کیونکہ کسی بھی اچھی چیز کے زیادہ نام اُس کی عظمت و شرافت پر دلالت کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسماءِ قرآن میں سے قرآن کا اصل نام یعنی اسم عَلَم صرف پانچ ہیں اور باقی اسماء صفتی ہیں۔ اور وہ پانچ اسماء علم یہ ہیں:

(۱) القرآن (۲) الفرقان (۳) الذکر (۴) الکتاب (۵) التنزیل۔

پھر ان میں قرآن اور کتاب زیادہ مشہور ہیں۔ [علوم القرآن]

"الاتقان فی علوم القرآن" میں حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے قرآن کے ۵۵، شیخ القرآن مولانا محمد طاہرؒ نے "العرفان فی اصول القرآن" میں تقریباً ۶۲، علامہ محمد حسین شاہ نیلویؒ نے "مقدمہ تسہیل" میں اور شیخ عبد السلام رستمیؒ نے "تنشیط الاذھان" میں ۷۵ صفتی نام اور امام حرالیؒ نے 90 سے کچھ اوپر نام گنوائے ہیں۔ [کمافی البرھان]

اسی طرح دیگر علماء نے بھی مختلف تعداد بتائی ہے جنہیں بحذف تکرار جمع کرنے سے تقریباً 130 نام بن جاتے ہیں:

(1) الکتاب: وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ [انعام: ۱۵۶، ۹۳، بقرہ: ۲، عنکبوت: ۴۷]

(2) القرآن: اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ [بنی اسرائیل: ۹]

(3) الفرقان: تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ [فرقان: ۱]

(4) البرھان: يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ [نساء: ۱۷۵]

(5) بیان: هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ [العمران: ۱۳۸]

(6) تبیان: وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ [نحل: ۸۹]

(7) المیزان: اَللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ [شوریٰ: ۱۷]

(8)الایمان: رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ [ال عمران:۱۹۳]

یہاں منادی سے مراد رسول اللہ ﷺ اور داعی جبکہ ایمان سے مراد قرآن ہے۔

(9)المنادی: رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ [ال عمران:۱۹۳]

دوسری تفسیر کی رو سے یہاں منادی سے مراد قرآن اور ایمان سے مراد ایمان(توحید)ہی ہے۔[کمافی تفسیر زاد المسیر]

(10)النور: قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ [مائدہ:۱۵]

یہاں واؤ [و کتب]میں عطف تفسیری ہے۔

(11)نور مبین: وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا [نساء:۱۷۴]

(12)العلم: وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَکَ مِنَ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ۔ [بقرۃ:۱۴۵،۱۲۰]

(13)البلاغ: هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ۔ [ابراھیم:۵۲]

(14)مبارک: کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ مُبٰرَکٌ [ص:۲۹،انعام:۱۵۶]

(15)روح: وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا [شوریٰ:۵۲]

(16)الوحی: قُلْ اِنَّمَا اُنْذِرُکُمْ بِالْوَحْیِ [انبیاء:۴۵]

(17)قرآنا عربیا: اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ [زخرف:۳،یوسف:۲]

(18)عربی مبین: وَهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ [نحل:۱۰۳]

(19)لسانا عربیا: هٰذَا کِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا۔ [احقاف:۱۲]

(20)المثانی: کِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ۔ [زمر:۲۳]

(21)الحق: بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ۔ [الم سجدہ:۳]

(22)ھدی: هٰذَا هُدًی۔ [جاثیہ:۱۱،بقرہ:۹۷]

(23)شفاء: وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ [بنی اسرائیل:۸۲]

(24)موعظة: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْکُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ [یونس:۵۷]

(25) رحمة للمحسنین: هُدًى وَّ رَحۡمَةً لِّلۡمُحۡسِنِيۡنَ [لقمان:۳]

(26) الوعید: وقدمت اِلَيۡكُمۡ بِالۡوَعِيۡدِ [ق:۲۸]

(27) قیم: قَيِّمًا لِّيُنۡذِرَ كُمۡ بَاۡسًا شَدِيۡدًا [کہف:۲]

(28) تنزیل: وَاِنَّهٗ لَتَنۡزِيۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ [شعراء:۱۹۲]

(29) منزل: اِنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنۡ رَّبِّكَ بِالۡحَقِّ [انعام:۱۱۵]

(30) بصائر: قَدۡ جَآءَ كُمۡ بَصَآئِرُ مِنۡ رَّبِّكُمۡ فَمَنۡ اَبۡصَرَ فَلِنَفۡسِهٖ۔

(31) الحدیث: فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمۡ اِنۡ لَّمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ اَسَفًا

[صف:۶]

(32) مفصل: هُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ اِلَيۡكُمُ الۡكِتٰبَ مُفَصَّلًا۔ [انعام:۱۱۵]

(33) تفصیل: وَ تَفۡصِيۡلَ الۡكِتٰبِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ۔ [یونس:۳۷، یوسف:۱۱۱]

(34) الزبور: وَلَقَدۡ كَتَبۡنَا فِى الزَّبُوۡرِ مِنۡۢ بَعۡدِ الذِّكۡرِ [انبیاء:۱۰۵]

عَنۡ سَعِيۡدِ بۡنِ جُبَيۡرٍ اَنَّ الزَّبُوۡرَ الۡقُرۡآن، والذکر التوراۃ والانجیل

(35) العزیز: وَاِنَّهٗ لَكِتَابٌ عَزِيۡزٌ لَا يَاۡتِيۡهِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِهٖ

[حم سجدہ:۴۱]

(36) بشیر: قُرۡآنًا عَرَبِيًّا لِّقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ بَشِيۡرًا وَّ نَذِيۡرًا [حم سجدہ:۴]

(37) نذیر: قُرۡآنًا عَرَبِيًّا لِّقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ بَشِيۡرًا وَّ نَذِيۡرًا۔ [حم سجدہ:۴]

(38) بصائر للناس: هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَّ هُدًى وَّ رَحۡمَةٌ لِّقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَ [جاثیہ:۲۰]

(39) عجب: اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡآنًا عَجَبًا [جن:۱]

(40) بینة: فَقَدۡ جَآءَتۡكُمۡ بَيِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ۔ [انعام:۱۵۸]

(41) الکوثر: اِنَّاۤ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ۔

(42) النجم: وَالنَّجۡمِ اِذَا هَوٰى۔ [نجم:۱]

(43) النجوم: فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ۔ [واقعہ:۷۵]

(44)العلی: وَاِنَّهٗ فِیْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ [زخرف:۴]

(45)کریم: وَاِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ [واقعہ:۷۷]

(46)القرآن العظیم: وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ [حجر:۸۷]

(47)مجید: بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ [بروج:۲۱]

(48)المھیمن: مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ۔ [مائدہ:۴۸]

(49)الکتب المبین: تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ [یوسف:۱]

(50)متشابہ: اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا۔ [زمر:۲۳]

(51)الصدق: وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ [زمر:۳۳]

(52)مصدق: وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا۔ [مائدہ:۴۸،بقرہ:۴۲]

(53)عدل: وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا [انعام:۱۱۵]

(54)بشریٰ للمومنین: هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ [نحل:۲]

(55)ذکر: وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ [انبیا:۵۰]

(56)ذکریٰ: اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ [انعام:۹۱]

(57)تذکرۃ: كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ [مدثر:۵۴]

(58)کلمۃ: وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا۔ [انعام:۱۱۶]

(59)کلمات: لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ۔ [کہف:۲۷،انعام:۱۱۶]

(60)کلام اللہ: حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ۔ [توبہ:۶]

(61)حبل اللہ: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا۔ [عمران:۱۰۳]

(62)سبیل اللہ: لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ [عمران:۹۹،انعام:۱۵۴]

(63)امر اللہ: ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ۔ [طلاق:۵]

(64)فضل اللہ: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔ [یونس:۵۷]

(65)نعمۃ اللہ: فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا۔ [عمران:۱۰۳]

(66)اسم اللہ: فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَیُذۡکَرَ فِیۡہَا اسۡمُہٗ۔ [نور:۳۶]

یہاں اسم اللہ سے مراد ایک تفسیر کے مطابق قرآن ہے۔[زاد المسیر]

(67)ایات اللہ: تِلۡکَ اٰیٰتُ اللّٰہِ نَتۡلُوۡہَا عَلَیۡکَ بِالۡحَقِّ۔ [الجاثیہ:۶، طلاق:۱۱]

(68)ایات مبینت: وَلَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ۔ [نور:۳۴، عنکبوت:۴۹]

(69)حُکم ربک: اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ تَنۡزِیۡلًا فَاصۡبِرۡ لِحُکۡمِ رَبِّکَ وَلَا تُطِعۡ مِنۡہُمۡ اٰثِمًا اَوۡ کَفُوۡرًا۔ [دھر:۲۴، طور:۴۸]

(70)حکم اللہ: ذٰلِکُمۡ حُکۡمُ اللّٰہِ ؕ یَحۡکُمُ بَیۡنَکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ۔ [ممتحنہ:۱]

(71)حُکم: وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰہِ حُکۡمًا لِّقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ۔ [مائدہ:۵۰]

(72)حَکَم: اَفَغَیۡرَ اللّٰہِ اَبۡتَغِیۡ حَکَمًا۔ [انعام:۱۱۵]

(73)القرآن الحکیم: یٰسٓ وَالۡقُرۡاٰنِ الۡحَکِیۡمِ۔ [یس :۲، لقمان:۱]

(74)الحکمۃ: ذٰلِکَ مِمَّاۤ اَوۡحٰۤی اِلَیۡکَ رَبُّکَ مِنَ الۡحِکۡمَۃِ۔ [بنی اسرائیل:۳۹]

(75)حکمۃ بالغۃ: حِکۡمَۃٌۢ بَالِغَۃٌ فَمَا تُغۡنِ النُّذُرُ۔ [قمر:۵]

(76)القول: وَلَقَدۡ وَصَّلۡنَا لَہُمُ الۡقَوۡلَ۔ [قصص:۵۱]

(77)قول ثقیل: اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡکَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا۔ [مزمل:۴]

(78)قول فصل: اِنَّہٗ لَقَوۡلٌ فَصۡلٌ وَّمَا ہُوَ بِالۡہَزۡلِ۔ [طارق:۱۳]

(79)احسن: وَاتَّبِعُوۡۤا اَحۡسَنَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ۔ [زمر:۵۵]

(80)احسن الحدیث: اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کِتٰبًا۔ [زمر:۲۳]

(81)احسن تفسیر: جِئۡنٰکَ بِالۡحَقِّ وَاَحۡسَنَ تَفۡسِیۡرًا۔ [فرقان:۳۳]

(82)القصص: فَاقۡصُصِ الۡقَصَصَ لَعَلَّہُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ۔ [اعراف:۱۷۶]

(83)القصص الحق: اِنَّ ہٰذَا لَہُوَ الۡقَصَصُ الۡحَقُّ۔ [عمران:۶۲]

(84)احسن القصص: نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَیۡکَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ۔ [یوسف:۳]

(85)خیر: مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ [بقرہ:۱۰۵]

(86)خیر کثیر: وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا۔ [بقرہ:۲۶۹]

(87)رسول: قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا۔ [طلاق:۱۰،۱۱]

(88)ترتیل: لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا۔ [فرقان:۳۲،مزمل:۴]

(89)صراط مستقیم: وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ۔ [انعام:۱۵۴،۱۲۷]

(90)الحجۃ البالغۃ: قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ۔ [انعام:۱۵۰]

(91)العروۃ الوثقی: فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى۔ [بقرہ:۲۵۶،لقمان:۲۲]

(92)نبأ عظیم: قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ۔ [ص:۶۷]

(93)صحف: فِيْ صُحُفٍ۔ [عبس:۱۳]

(94)مکرمۃ: مُكَرَّمَةٍ۔ [عبس:۱۳]

(95)مرفوعۃ: مَرْفُوْعَةٍ۔ [عبس:۱۳]

(96)مطھرۃ: مُطَهَّرَةٍ۔ [عبس:۱۳]

(97)الصلوۃ: اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ۔ [عنکبوت:۴۵،اسراء:۱۱۰]

ایک تفسیر کے مطابق صلوۃ سے مراد یہاں قرآن ہے۔[کمافی زادالمسیر]

(98)جہاد کبیر: وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا [فرقان:۵۲]

ای بالقرآن،[زادالمسیر]

(99)ذی الذکر: صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ۔ [ص:۱]

(100)الآیات: ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ [عمران:۵۸]

(101)آیات بینات: هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۔ [حدید:۹]

(102)داعی اللہ: يٰقَوْمَنَاۤ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ۔ [احقاف:۳۱]

(103)کتاب منیر: بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ۔ [لقمن:۲۰]

(104)سراج منیر: یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ... وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا [احزاب:۴۶]

[کمافی تفسیر روح المعانی]

(105)صراط اللہ: صِرَاطِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔ [شوریٰ:۵۳]

(106)حق الیقین: وَاِنَّہٗ لَحَقُّ الْیَقِیْنِ۔ [الحاقہ:۵۱،واقعہ:۹۵]

(107)ھدی للمتقین: ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ۔ [بقرہ:۲]

(108)ھدی للناس: شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ۔ [بقرہ:۱۸۵]

(109)ھدی اللہ: ذٰلِکَ ھُدَی اللّٰہِ یَھْدِیْ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ۔ [زمر:۲۳]

(110)رحمۃ للمومنین: وَاِنَّہٗ لَھُدًی وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۔ [نحل:۷۷]

(111)الذکر الحکیم: ذٰلِکَ نَتْلُوْہُ عَلَیْکَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّکْرِ الْحَکِیْمِ۔ [عمران:۵۸]

(112)بشری للمسلمین: وَھُدًی وَّبُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ۔ [نحل:
۱۰۲]

(113)بشری للمحسنین: لِیُنْذِرَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَبُشْرٰی لِلْمُحْسِنِیْنَ۔ [احقاف:۱۲]

(114)بشری للمومنین: مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ وَھُدًی وَّبُشْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ۔ [بقرہ:۹۷]

(115)الشفاء: وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ۔ [یونس:۵۷]

(116)موعظۃ حسنہ: اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ۔ [نحل:۱۲۵]

(117)موعظۃ للمتقین: ھٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَھُدًی وَّمَوْعِظَۃٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ۔

[مائدہ:۴۶، عمران:۱۳۷]

(118)رزق: وَرِزْقُ رَبِّکَ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی۔ [طہٰ:۱۳۱]

(119)شاھد: اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ وَیَتْلُوْہُ شَاھِدٌ مِّنْہُ۔ [ھود:۱۷]

(120)شریعۃ: ثُمَّ جَعَلْنٰکَ عَلٰی شَرِیْعَۃٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْھَا۔ [جاثیہ:۱۸]

(121)کتاب مبین: قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ۔ [مائدہ:۱۵]

(122)المکنون: اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ فِیْ کِتٰبٍ مَّکْنُوْنٍ۔ [واقعہ:۷۸]

(123) المنذر: هٰذَا كِتَابٌ مُصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا۔ [احقاف:۱۲]

(124) الجامع: مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ۔ [انعام:۳۸]

(125) المیسر: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔ [القمر:۱۷]

(126) المحفوظ: بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ۔ [البروج:۲۲،الحجر:۹]

جب یہ محفوظ قرآن کی صفت بن جائے۔

(128) کافٍ: اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ [العنکبوت:۵۱]

(129) الخاتم: اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ [العنکبوت:۵۱]

يُتْلٰى عَلَيْهِمْ سے استدلال کیا ہے کہ یہ کتاب قیامت تک متلو رہے گا، غیر منسوخ لہذا خاتم ہوا۔

(130) المفرّق: قُرْآنًا فَرَّقْنَاهُ [الاسراء:۱۰۶]

یہ آخری 8 اسماء محمد محروس الاعظمی نے "اسماء القرآن فی القرآن" میں استنباطی طور پر ذکر کیے ہیں۔

(2) تعریف قرآن:

کسی کتاب کے فہم کیلئے اس کتاب کی تعریف لازمی ہوتی ہے تاکہ اسکی حیثیت، موضوع اور غرض وغایت معلوم ہو جائے۔ اسی طرح قرآن کی بھی اپنی ایک تعریف ہے، جس سے اس کتاب کی منفرد اور امتیازی شان واضح اور معلوم ہو جاتی ہے علماءِ اصول قرآن کی تعریف یوں کرتے ہیں:

اَلْقُرْاٰنُ کَلَامُ اللهِ الْعَرَبِیُّ الْمُنَزَّلُ عَلٰی مُحَمَّدٍ ا بِوَاسِطَةِ جِبْرِ یْلَ الْمُتَعَبَّدُ بِتِلَاوَتِهٖ اَلْمَکْتُوْبُ فِی الْمَصَاحِفِ اَلْمَنْقُوْلُ اِلَیْنَا نَقْلاً مُتَوَاتِرًا بِلاَ شُبْهَةٍ۔

"قرآن اللہ کا کلام ہے جو عربی زبان میں اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر جبریل علیہ السلام کے ذریعے نازل فرمایا جس کے پڑھنے پر ہم مامور ہیں اور جو مصاحف میں لکھا ہوا ہے اور ہم تک نقل متواتر سے اس طرح پہنچا ہے کہ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔"

قرآن کی تعریف قرآن سے:

- وَاِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ۔ [الشعراء:۱۹۲تا۱۹۵]

اسی طرح دیکھئے سورۃ البقرۃ :۲، سورۃ زخرف:۳، یوسف:۳، سورۃ مؤمن:۲، سجدہ:۲، سورۃ الکہف:۱، سورۃ محمد:۲، سورۃ نحل:۱۰۲۔

مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں قرآن کی تعریف یوں بنتی ہے:

- اَلْقُرْاٰنُ هُوَالْكِتَابُ الْمُعْجِزُ الْمُنَزَّلُ عَلٰی قَلْبِ مُحَمَّدٍ بِوَاسِطَةِ جِبْرِیْلِ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ۔

(3) حکمت نزول قرآن:

- حکمت نزول سے مراد یہ ہے کہ قرآن کے نزول کا غرض وغایہ اور قرآن کے نزول کے فوائد مرتبہ کیا ہیں۔ اس عنوان کے لیے ہمارے مشائخ نے غرض وغایہ کی بجائے حکمت نزول کا لفظ ادباً استعمال کیا ہے اگرچہ عام کتابوں میں غرض وغایہ ہی استعمال ہوتا ہے کیونکہ غرض اُس فائدے کو کہا جاتا ہے جس کا رجع متکلم کی طرف ہو جبکہ اللہ تعالیٰ تو استفادے سے پاک ہے۔ اور غایت، انتہا کو کہا جاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے افعال اور حکمتوں کی کوئی انتہا نہیں۔ اس لیے غرض وغایت کی بجائے قرآن کے لیے حکمت نزول لفظ ہی مناسب ہے۔
- الغرض قرآن اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے جو حکیم ذات ہے۔ اس کے نزول میں بہت سی حکمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حکمتیں خود قرآن پاک میں مختلف انداز سے بیان فرمائے ہیں کبھی لام کے ساتھ، کبھی مفعول لہ کی صورت میں اور کبھی حال کی صورت میں، ذیل کی آیات میں حکمت کے ماخذ خط کشیدہ الفاظ میں درج ہیں:

1. للھدایۃ [ہدایت کیلئے]: هُدًى لِلْمُتَّقِينَ۔ [بقرۃ:۲]

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ۔

[بقرۃ:۱۸۵]

2. للشفاء والرحمۃ والموعظۃ [علاج، رحمت اور وعظ کے لیے]:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ۔ [یونس:۵۷]

3. لاخراج الناس من الظلمات الی النور۔ [لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالنے کیلئے]: الٓر۔ كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ۔ [ابراہیم:۱]

4. للانذار والتبشیر[ڈرانے اور خوشخبری کیلئے]:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا۔

[کہف:۲،۱]

5. للتدبر والتذکر[تدبر اور تذکر کیلئے]:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِهٖ وَلِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ [ص:۲۹]

6. للتبلیغ[تبلیغ کیلئے]:

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِیُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِیَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِیَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔

[ابراہیم:۵۲،مائدہ:۶۷]

7. للبیان والتبیین[بیان اور وضاحت کیلئے]:

هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ [ال عمران:۱۳۸]

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ۔

[نحل:۶۴،۴۴]

8. للتحکیم[فیصلہ کرنے کیلئے]:

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ[النساء:۱۰۵]

9. للیقین بالآخرۃ[آخرت پر یقین کیلئے]:

اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ۔

[رعد:۲]

10. للتثبت[استقامت کیلئے]:

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِیُثَبِّتَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًی وَّ بُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ۔

[النحل:۱۰۲]

(4) موضوع یا دعویٰ قرآن:

قرآن میں اگرچہ بہت زیادہ مسائل، مضامین اور احکام ذکر ہیں لیکن وہ بنیادی مسئلہ جس کے لیے قرآن نازل ہوا ہے اس میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں:

1. بعض علماء کی رائے میں چونکہ قرآن انسان کے لیے زندگی کا ایک ضابطہ حیات ہے اس لیے انسان ہی قرآن کا اصل موضوع ہے۔

وَ مَوْضُوْعُ الْقُرْآنِ هُوَ الْاِنْسَانُ مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ مُكَلَّفٌ لِاَنَّهٗ يُبْحَثُ فِيْهِ عَمَّا يَحِلُّ لِلْاِنْسَانِ وَمَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ وَعَمَّا يَنْفَعُ الْاِنْسَانَ وَمَا يَضُرُّهٗ مِنَ الْاِيْمَانِيَاتِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَخْلَاقِ۔ [علوم القرآن، شیخ گوہر رحمنؒ]

2. بعض علماء نے لکھا ہے کہ قرآن کا موضوع ”دنیا کی زندگی میں انسان کی اصلاح اور اُخروی زندگی میں انسان کی فلاح“ ہے۔ کیونکہ قرآن کی ہر سورۃ اور ہر آیت میں بالواسطہ یا بلاواسطہ یہی مقصد نظر آتی ہے۔ [محاضرات قرآنی، ڈاکٹر محمود احمد غازی]

3. مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے قرآن کا موضوع ”انقلاب“ بتایا ہے۔

4. بعض علماء کے نزدیک قرآن کا موضوع اور مقصد مکمل نظامِ حیات، یعنی کامل نظامِ اسلام ہے۔ جیسے قرآن میں ہے:

- اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔ [البقرة:]
- يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً۔ [البقرة:]

5. جبکہ رئیس المفسرین مولانا حسین علی الوانیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کا دعویٰ اور موضوع توحید ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کے تمام علوم و معارف اور موضوعات کا منبع توحید ہی ہے۔ جبکہ باقی ساری چیزیں شجر توحید کی شاخیں ہیں۔ اسی دعویٰ توحید کی طرف قرآن میں بھی واضح اشارات ملتے ہیں جیسے:

- الٓرٰ ۞ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۞ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ۔ [هود:۱،۲]

قال ابن الجوزی رحمه اللہ فی زاد المسیر نقلا عن الفراء المعنی فصّلت اٰیاته بان لا تعبد الا اللہ وقال مقاتل رحمه اللہ المراد بالعبادۃ التوحید۔

- فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ [ھود:۱۴]

اس آیت میں وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، "علم اللہ" پر عطف ہے اصل اس طرح ہے کہ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاُنْزِلَ بِاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔

- اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ۔ [انعام:۱۰۶]

یہاں پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ بدل ہے یا بیان ہے ما قبل سے۔

❖ علامہ زرکشیؒ لکھتے ہیں کہ:

حافظ ابو طاہرؒ کہتے ہیں کہ میں نے بغداد میں ابو مکرم نحوی سے سنا جب اُس سے کسی نے پوچھا تھا کہ ہر کتاب کا کوئی نہ کوئی ترجمۃ الباب (عنوان، موضوع) ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے کتاب کا ترجمۃ الباب اور موضوع کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ قرآن کا موضوع اور ترجمۃ الباب اس آیت میں ہے:

- هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔

[ابراہیم:۵۲]

1. ملا علی قاری حنفیؒ فرماتے ہیں:

اِنَّ الْقُرْاٰنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَّا لِتَقْرِيْرِ التَّوْحِيْدِ۔ [مرقات:۲/۱۶۸]

"بے شک قرآن توحید کی تقریر و بیان ہی کیلئے نازل کیا گیا ہے۔"

❖ شرح فقہ اکبر میں قرآن کے دعوے کو یوں بیان کیا گیا ہے:

فَالْقُرْاٰنُ كُلُّهٗ فِي التَّوْحِيْدِ وَحُقُوْقِ اَهْلِهٖ وَثَنَآءِهِمْ وَفِيْ شَاْنِ ذَمِّ الشِّرْكِ وَعُقُوْقِ اَهْلِهٖ وَجَزَآئِهِمْ۔ [شرح فقہ اکبر:۱۰]

"قرآن سارے کا سارا توحید ہے۔ (اس میں) اہل توحید کے حقوق، ان کی تعریف جبکہ

شرک کی مذمت واہل شرک کی نافرمانی اور ان کی جزاو سزا کا بیان ہے۔"

2. شیخ الاسلام ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

- بَلْ نَقُوْلُ قَوْلًا كُلِّيًّا اِنَّ كُلَّ آيَةٍ فِي الْقُرْآنِ فَهِيَ مُتَضَمِّنَةٌ لِلتَّوْحِيدِ شَاهِدَةٌ بِهِ دَاعِيَةٌ اِلَيْهِ فَإِنَّ الْقُرْآنَ اِمَّا خَبَرٌ عَنِ اللهِ وَأَسْمَاءِهِ وَصِفَاتِهِ وَاَفْعَالِهِ فَهُوَ التَّوْحِيدُ الْعِلْمِيُّ الْخَبَرِيُّ وَاِمَّا دَعْوَةٌ اِلَى عِبَادَتِهِ وَحْدَهُ لَاشَرِيكَ لَهُ وَخَلْعِ كُلِّ مَايُعْبَدُ مِنْ دُوْنِهِ فَهُوَالتَّوْحِيدُ الْأِرَادِيُّ الطَّلَبِيُّ وَاِمَّا اَمْرٌ وَنَهْيٌ وَاِلْزَامٌ بِطَاعَتِهِ فِي نَهْيِهِ وَاَمْرِهِ فَهِيَ حُقُوْقُ التَّوْحِيدِ وَمُكَمِّلَاتُهُ وَاِمَّا خَبَرٌ عَنْ كَرَامَةِ اللهِ لِاَهْلِ تَوْحِيدِهِ وَطَاعَتِهِ وَمَافَعَلَ بِهِمْ فِي الدُّنْيَا وَ مَا يُكْرِمُهُمْ بِهِ فِي الْآخِرَةِ فَهُوَ جَزَاءُ تَوْحِيدِهِ وَاِمَّا خَبَرٌ عَنْ اَهْلِ الشِّرْكِ وَمَا فَعَلَ بِهِمْ فِي الدُّنْيَا مِنَ النَّكَالِ وَمَايَحِلُّ بِهِمْ فِي الْعُقْبٰى مِنَ الْعَذَابِ فَهُوَ خَبَرٌ عَنْ مَّنْ خَرَجَ عَنْ حُكْمِ التَّوْحِيدِ۔ فَالْقُرْآنُ كُلُّهُ فِي التَّوْحِيدِ وَحُقُوْقِهِ وَجَزَاءِهِ وَفِي شَانِ الشِّرْكِ وَاَهْلِهِ وَجَزَآءِهِمْ۔

[مدارج السالکین:۳/۴۵۰]

(5) تقسیم قرآن:

مضامین کے اعتبار سے قرآن کے سورتوں کی تقسیم میں ہمارے علم کے مطابق دو رائے ہیں:

1. حضرت مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں کہ:

بڑے بڑے مضامین اور عناوین کے اعتبار سے قرآن کے چار حصے ہیں۔ یہ بات تفسیر کبیر میں سورۃ انعام کی ابتداء میں امام رازیؒ اور البرہان میں امام زرکشیؒ نے بھی ذکر کی ہے۔ جبکہ ہر حصہ الحمدللہ کے ساتھ مصدر (شروع) ہے۔

(۱) سورۃ فاتحہ سے سورۃ مائدہ تک:

یہ حصہ چار سورتوں پر مشتمل ہے۔ اس میں باعتبار اغلب خالقیت کا بیان ہے کہ اللہ ہی تمام کائنات کا پیدا کرنے والا ہے۔

(۲) سورۃ انعام سے سورۃ بنی اسرائیل تک:

یہ حصہ بارہ سورتوں پر مشتمل ہے۔ اس میں باعتبار اغلب ربوبیت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام مخلوقات کا پالنے والا ہے۔

(۳) سورۃ کہف سے سورۃ احزاب تک:

یہ حصہ سولہ سورتوں پر مشتمل ہے۔ اس میں باعتبار اغلب رحمانیت و رحیمیت یعنی برکات کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی برکتیں ڈالنے والا ہے۔

(۴) سورۃ سبا سے سورۃ الناس تک:

یہ حصہ 91 سورتوں پر مشتمل ہے۔ اس میں دو مسائل مالکیت اور قیامت کا بیان ہے۔

[بلغۃ الحیران]

فائدہ:

❖ آخری حصہ چونکہ دو مضامین پر مشتمل ہے اس لیے اس میں دو دفعہ الحمد للہ ذکر ہے، سورۃ فاطر کی ابتداء میں اور سورۃ سبا کی ابتداء میں۔

❖ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ نے اپنی تفسیر کے خلاصہ جات میں فرمایا ہے کہ دوسری دفعہ الحمد للہ سے چونکہ مستقل مضمون شروع ہوتا ہے اس لیے یہ قرآن کا پانچواں حصہ بھی ہو سکتا ہے۔ گویا کہ یہ آخری حصہ پھر دو حصوں میں منقسم ہیں مالکیت کے متعلق سورتیں الگ حصہ ہے اور قیامت کے متعلق الگ حصہ ہے۔

علامہ نیلویؒ نے قرآن کے ان حصوں کو اس نظم میں منظوم کر کے بیان کیا ہے۔

اے برادر یاد رکھ تورات کے کل حصہ جات
پانچ ہیں خلق وخروج ،گنتی، استثنا، قضات
اور قرآن مبیں کے کل حصص بھی کر لو یاد
چار ہیں خلق وربوبیت، تبارک اور معاد
فاتحہ تا مائدہ تخلیق کا ہو گا بیاں
پھر ربوبیت ہے اس کے بعد تا اسراء بیاں
کہف سے احزاب تک ہو گا تبارک کا بیاں
پھر سبا تا آخر قرآں قیامت کا بیاں

2. مولانا حمید الدین فراہیؒ قرآن کے حصوں اور تقسیم کے متعلق فرماتے ہیں:
کہ قرآن کے کل سات باب یا سورتوں کے سات گروپ ہیں۔
ہر حصہ اور باب ایک یا ایک سے زائد مکی سورتوں سے شروع ہوتا ہے اور ایک یا ایک سے زائد مدنی سورتوں پر تمام ہوتا ہے یعنی ہر باب میں پہلے مکی سورتیں ہونگی اور ان کے بعد مدنی سورتیں ہونگی کیونکہ قرآن کی بنیاد وہی ہے جو مکہ میں نازل ہوا۔ جو حصہ مدینہ میں نازل ہوا وہ اس مکی حصہ کے اندر داخل کر دیا گیا ہے۔ اس مدنی سورتوں کی حیثیت ایسی ہے جیسے ہار میں وقفہ وقفہ سے آنے والے موتیوں کی ہوتی ہیں۔
مولانا فراہی اس نظام کا خلاصہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی جتنی سورتیں ہیں وہ سب آپس میں جوڑے جوڑے ہیں۔ سورۃ فاتحہ کے علاوہ باقی ساری سورتیں جوڑے ہیں۔ یہاں وہ قرآن مجید ہی کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ ہم نے ہر چیز جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے۔ بعض جگہ غور کریں تو وہ جوڑا صاف نظر آتا ہے۔ مثلاً آخری دو سورتیں، جن کے بارہ میں ہر مبتدی کو بھی بالکل ایسا لگتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کا جوڑا ہیں۔ یا جس طرح سورۃ والضحیٰ اور الم نشرح جوڑا ہے۔
سورۃ بقرہ اور آل عمران کے مضامین میں اتنی مشابہت ہے کہ صاف پتہ چلتا ہے کہ دونوں سورتیں ایک دوسرے کا جوڑا ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ان دونوں سورتوں کو حدیث میں الزہراوین کہا گیا ہے یعنی دو پھول۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص ان دونوں سورتوں کو یاد کرے گا تو قیامت کے دن یہ دونوں سورتیں اس پر سایہ کیے رہیں گے اور ساری مشکلات اور پریشانیوں سے نجات دلائیں گے۔ سورۃ بقرہ میں احکام زیادہ ہیں، سورۃ آل عمران میں اخلاقی ہدایات زیادہ ہیں۔ بقرہ میں وہ چیزیں بتائی گئیں جو یہودیوں کے دین سے انحراف کا سبب بنیں تاکہ مسلمان ان سے بچیں۔ آل عمران میں وہ چیزیں بتائی گئیں جو عیسائیوں کے انحراف کا سبب بنیں تاکہ مسلمان ان

سے بھی بچیں۔

گویا یہ دو بڑی اقوام ہیں، جن سے آئندہ چل کے مسلمانوں کو واسطہ پیش آنا تھا، ان دونوں سے سابقہ پیش آنے پر کیا کرنا چاہیے اور کیسے ان سے عہدہ برآ ہونا چاہیے، اس کی تفصیل ان دونوں سورتوں میں بتائی گئی ہے۔ چونکہ اسلام ایک بین الانسانی پیغام ہے اور مسلمانوں کا کردار ایک عالمگیر کردار ہے، اس لیے آغاز میں یہی دونوں سورتیں ہونی چاہئیں، تاکہ یہ اپنی راہنمائی آغاز میں فراہم کردیں اور اس عالمگیر بین الانسانی کردار کے لیے اور اس کردار کی انجام دہی میں جو قوتیں رکاوٹ ہیں، ان سے عہدہ برآ ہونے کے لیے مسلمانوں کو فکری اور تربیتی اسلحہ فراہم کریں اور علمی، فکری اور روحانی اسلحہ سے ان کو پہلے ہی لیس کردیں۔

الغرض مولانا فراہیؒ کے شاگرد خاص مولانا اصلاحیؒ کا کہنا ہے کہ ہر سورت جوڑا جوڑا ہے۔ پھر قرآنی سورتوں کے سات بڑے گروپ ہیں اور ہر گروپ کا ایک بنیادی مضمون ہے۔ کہیں شریعت ہے، کہیں ملت ابرہیمی کی تاریخ ہے، کہیں نبوت اور نبوت پر اعتراضات جوابات کے ہیں۔ کہیں سابقہ اقوام کے عروج وزوال کا تذکرہ ہے اور کہیں لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ اس طرح یہ سات مختلف موضوعات ہیں اور ہر گروپ کا ایک بنیادی موضوع ہے۔ ہر گروپ کی پہلی سورت مدنی اور آخری سورت مکی، جس پر گروپ ختم ہوجاتا ہے۔ ہر گروپ کی ہر سورت کا جوڑا اس کے ساتھ رہتا ہے۔ جو دو سورتیں جوڑا ہیں ان میں بعض اوقات ایک مضمون کا ایک پہلو ایک سورت میں بیان ہوا ہے اور دوسرا پہلو دوسری سورت میں بیان ہوا ہے۔ بعض اوقات دعویٰ ایک سورت میں ہے اور دلیل دوسری سورت میں بیان ہوئی ہے۔ بعض اوقات ایک بات ایک سورت میں ہے، اس کی تکمیل دوسری سورت میں ہے۔ اسی طرح سے یہ سورتیں ایک دوسرے کی تکمیل بھی کرتی ہیں۔ سورت بقرۃ آل عمران کی تکمیل کرتی ہے۔ ایک میں نظام شریعت کے ظاہری پہلو پر

زور دیا گیا ہے اور دوسری میں داخلی پہلو پر۔ اس طرح یہ دونوں پہلو مل کر ایک دوسرے کی تکمیل کریں گے۔

یوں جب غور کرتے چلے جائیں تو ایک عجیب و غریب نقشہ سامنے آتا ہے کہ وہ آیات جو ۲۳ سال میں مختلف اوقات میں نازل ہوئیں ہیں وہ جب سورتوں کی شکل میں مرتب ہوئیں تو خود بخود سورتوں کے ایسے گروپ بن کے سامنے آئے جن کی حکمت اور معنویت پر جتنا غور کریں نئے نئے دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں۔

سورتوں کے ایسے گروپ سات ہیں اور ہر گروپ کا الگ تھیم (مقصد) ہے۔

[محاضرات قرآنی]

قرآن کے سات ابواب:

باب اول: سورت فاتحہ تا مائدہ (اس باب میں فاتحہ مکی اور باقی چار مدنی سورتیں ہیں)

باب دوم: سورت انعام تا سورت توبہ (اس میں سورت انعام، سورت اعراف مکی جبکہ انفال اور توبہ مدنی ہیں)

باب سوم: سورت یونس تا سورۃ النور (اس میں پہلی چودہ سورتیں مکی جبکہ آخری سورت نور مدنی ہے۔ اس گروپ میں رعد اور حج راجح قول کے مطابق مکی ہیں۔)

باب چہارم: سورت فرقان تا سورت احزاب (اس میں ابتدائی آٹھ سورتیں مکی جبکہ آخری ایک سورت احزاب مدنی ہے۔)

باب پنجم: سورت سبا تا سورت حجرات (اس میں ابتدائی تیرہ سورتیں مکی جبکہ آخری تین مدنی ہیں)

باب ششم: سورت ق تا سورت تحریم (اس میں پہلی سات مکی جبکہ باقی دس سورتیں مدنی ہیں)

باب ہفتم: سورت ملک تا سورۃ الناس (اس باب میں بھی اُن کے نزدیک مکیات و مدنیات کی ترتیب دوسرے ابواب کی طرح ہے۔ البتہ سورت دھر اور آخری بعض سورتوں میں اختلاف ہے) [مقدمہ تدبر قرآن از اصلاحیؒ، تفسیر قرآن کے اصول از فراہیؒ]

تعارف سوَرِ قرآن یا خلاصہ سُوَرِ قرآن

تفسیر کے دوران کسی بھی سورۃ کو شروع کرنے اور آسانی سے سمجھنے کیلئے پہلے اس متعلقہ سورۃ کا خلاصہ سمجھنا ضروری ہے۔ ہمارے اساتذہ اور مشائخ کے نزدیک ہر سورۃ کا خلاصہ تقریباً پانچ امور پر مشتمل ہوتا ہے۔

(۱) سورۃ کی مصحفی اور نزولی ترتیب

مصحفی ترتیب سے مراد سورتوں کی وہ ترتیب ہے جو ہمارے سامنے پڑے موجود، قرآن کی سورتوں کی ہے جیسے پہلے سورۃ فاتحہ پھر بقرۃ پھر آل عمران۔۔۔ الخ

اور ترتیب نزولی سے مراد سورتوں کی وہ ترتیب ہے جو تقریباً ۲۳ سال میں وقتاً فوقتاً حالات و واقعات اور حادثات کی مناسبت سے نازل ہوئی ہیں جیسے پہلے سورۃ علق پھر قلم پھر مزمل پھر مدثر پھر فاتحہ وغیرہ۔

قرآن کا نزول:

قرآن پاک کا نزول دو مرتبہ ہوا ہے ایک مرتبہ پورا قرآن یکبارگی لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا یعنی بیت المعمور (بیت العزت) میں نازل کیا گیا۔

اور دوسری مرتبہ بیت العزت سے بتدریج تھوڑا تھوڑا کر کے حسب ضرورت نبی کریم ﷺ پر 23 سال (یعنی 22 سال 5 ماہ 14 دن) میں دنیا کو نازل ہوتا رہا۔

اس لحاظ سے قرآن کے سورتوں کی ترتیب بھی دو طرح رہی۔ ایک وہ ترتیب جو لوح محفوظ اور بیت العزت میں ہے۔ ہمارے پاس موجود قرآن کی ترتیب باجماع امت بعینہٖ وہی ہے جو لوح محفوظ میں موجود ہے۔ اس ترتیب کو ترتیب مصحفی کہتے ہیں۔

دوسری ترتیب سورتوں کی وہ ہے جو آسمان سے دنیا کو حسب ضرورت نازل ہوئی۔ اس ترتیب کو ترتیب نزولی کہتے ہیں۔ پورے قرآن کی ترتیب نزولی یقین کے ساتھ بیان نہیں کی جا سکتی البتہ علامہ سیوطیؒ نے الاتقان میں بعض روایات کی رو سے سورتوں کی

ترتیب نزولی بیان کرنے کی ایک کوشش کی ہے۔ یہ ایک اجتہادی کوشش ہے لہٰذا اس باب میں ہمارے مشائخ کا اعتماد علامہ سیوطی پر ہے۔

لہٰذا ہر سورۃ کی ابتداء میں اس سورۃ کی ترتیب مصحفی اور ترتیب نزولی جاننا ضروری ہے۔

(۲) ربط سورۃ

ربط سے مراد دو سورتوں کے درمیان باہمی تعلق اور مناسبت ہے کہ زیر بحث سورۃ مثلاً بقرۃ کا اس سے پہلی سورۃ یعنی سورۃ فاتحہ کے ساتھ کیا تعلق اور مناسبت ہے۔ یا بقرہ کو فاتحہ کے بعد کس مناسبت اور تعلق کی بناء پر رکھا گیا ہے۔

لہٰذا ہر سورۃ کی ابتداء میں متعلقہ سورۃ کا ماقبل سورۃ کے ساتھ مناسبات اور ارتباطات بیان کرنا بہت اہم ہے تاکہ تمام سورتیں اور قرآن باہم مربوط نظر آنے لگے کیونکہ نظم قرآن بھی قرآن کا ایک اعجاز ہے۔ سورتوں کے درمیان ربط اور مناسبت دونوں سورتوں کے مضامین اور آیات میں سوچ و فکر اور تدبر سے معلوم ہوتی ہے۔

ربط کے اقسام:

ربط اور مناسبت کی کئی اقسام ہیں جس میں سے بعض اہم درج ذیل ہیں:

(۱) ربط اسمی:

ایک سورت کے نام کا دوسری سورتوں کے نام سے باہم ربط و مناسبت جیسے شیخ القرآن مولانا غلام اللہؒ نے جواہر القرآن میں ربط نامی کے عنوان سے اور شیخ عبد السلام رستمیؒ نے الدر المنظومات میں ربطُ اسماءِ السُّوَر کے نام سے ذکر کیا ہے۔

(۲) ربط معنوی:

ایک سورت کے مضامین اور آیات کا دوسری سورت کے مضامین اور آیات کے ساتھ باہم ربط جیسے ہمارے مشائخ عام طور پر درس کے دوران بیان کرتے ہیں اور اپنے خلاصہ جات میں تحریر کرتے ہیں۔

(۳)ربط الدعویٰ:

ایک سورت کے دعوے کا ربط دوسری سورت کے دعوے کے ساتھ جیسے علامہ نیلویؒ بیان کرتے تھے اور ان کے مختصر خلاصہ میں مذکور ہے۔

(۴) ربطُ مَطْلَع (مبدأ) السورةِ لمَقْطَعِها:

ایک سورۃ کی ابتداء میں مذکور آیات یا مضمون کا ربط سورت کے آخری آیات یا مضمون کے ساتھ جیسے حضرت الوانیؒ بعض سورتوں میں بیان کرتے تھے۔

(۵) ربط مَطلَع السورة لمطلع السورة التالية:

ایک سورت کی ابتداء دوسری سورت کی ابتداء کے ساتھ مربوط کرنا۔

(٦) رَبْطُ مَقطَعِ (ختام) السورة لمطلع السورة التی تلیها:

ایک سورت کی اختتام کا ربط دوسری آنے والی سورت کی ابتداء کے ساتھ یعنی ایک سورت کے اختتام کو دوسری سورت کی ابتداء سے مربوط کرنا۔

(۷) ربط فواصل الآی للایة التی خُتِمَتْ بها:

ایک آیت کے خاتمے اور تتمے کی ربط اسی آیت کے مضمون کے ساتھ۔

اس کے علاوہ بھی بہت سی قسمیں علماء نے ذکر کی ہیں۔ تفصیل کے لیے جامعہ تبلیغ القرآن کی کتاب ”علمی نقشے“ دیکھیے۔

(۳) امتیازات سورۃ

امتیازات سے مراد وہ خصوصیات ہیں جو کسی سورۃ کو دوسری سورۃ سے ممتاز کرتی ہیں۔ یہ وہ باتیں ہوتی ہیں جو اس زیر بحث سورۃ میں موجود ہوں اور دوسری سورتوں میں موجود نہ ہوں۔

(۴) دعویٰ سورۃ

دعویٰ سے مراد کسی سورۃ کا وہ مرکزی محور، عنوان، موضوع اور مقصودی مسئلہ ہے جس کے اثبات کیلئے متعلقہ سورۃ نازل کی گئی اور باقی تمام سورۃ اسی محور کے گرد گھومتی ہے۔

(۵) تقسیم یا حاصل سورۃ

تقسیم سورۃ سے مراد یہ ہے کہ زیر بحث سورۃ مضامین کے اعتبار سے کتنے حصوں پر مشتمل ہے۔ یعنی اجمالی طور پر سورۃ کا مختصر نقشہ اور خاکہ پیش کرنے کو حاصلِ سورۃ کہتے ہیں۔ الغرض لمبی سورتوں جیسے بقرۃ، ال عمران، نساء وغیرہ میں سورت کی تقسیم اور چھوٹی سورتوں جیسے فاتحہ، اخلاص وغیرہ میں سورت کا حاصل بیان کیا جاتا ہے۔

مضامین القرآن

قرآن کے مضامین کے بارے میں اہل علم کے مختلف آراء و اقوال ہیں اور ہر کسی نے اپنے انداز میں اسے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ قرآن پاک کے اصلی اور بنیادی موضوع سے گہرا تعلق رکھتے ہیں یہ مضامین قرآن پاک کے اساسی موضوعات یا بنیادی مباحث قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ ان اساسی موضوعات یا بنیادی مباحث کے علاوہ اور موضوعات اور مضامین بھی ہیں جو ضمنی اور جزوی مضامین کہلاتے ہیں جن کا تذکرہ اور بیان بھی قرآن پاک میں آتا ہے لیکن ان کا تعلق اصل موضوع سے براہ راست نہیں ہوتا بلکہ جزوی اور ضمنی ہے۔ الغرض اساسی اور بنیادی موضوعات اور مضامین کے بارے میں علماء کے چند اقوال یہ ہیں:

1. بعض علماء قرآن کے بنیادی مضامین یہ بتاتے ہیں:

- علم الاصول (جو معرفۃ ذات اللہ تعالیٰ وصفاتہ و افعالہ معرفۃ النبوات اور معرفۃ المعاد پر مشتمل ہے)
- علم الفروع یعنی عبادات
- علم السلوک یعنی الاخلاق والآداب
- علم القصص یعنی واقعات

2. مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے قرآن پاک کے چھ مضامین بیان کیے ہیں۔

☆توحید ☆رسالت ☆قیامت

☆احکام ☆ماننے والوں کے احوال ☆نہ ماننے والوں کے احوال

3۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی رائے کے مطابق قرآن کے اہم مضامین پانچ ہیں جن کو وہ علوم خمسہ سے تعبیر کرتے ہیں:

(۱) علم المخاصمہ (۲) تذکیر بآلاء اللہ (۳) تذکیر بایام اللہ

(۴) تذکیر بالموت ومابعد الموت (۵) تذکیر باحکام اللہ

علم المخاصمہ:

دوسرے باطل مذاہب اور اقوام کے غلط عقائد پر تبصرہ اور تردید اور ان سے مکالمے کا اسلوب۔ علم المخاصمہ کے ضمن میں تقریباً سات چیزیں آتی ہیں:

(۱) فرق باطلہ کے عقائد پر تبصرہ

(۲) ان کی غلطیوں کی اصلاح

(۳) ان کی جگہ صحیح عقائد کی یاد دہانی

(۴) ان کے اعتراضات کے جوابات

(۵) ان کے اعتراضات میں کمزوریوں کی نشاندہی اور وضاحت

(۶) اعتراض کس غلط فہمی پر مبنی ہے

(۷) غلط فہمی کی تشریح۔

علماء میں سے جو حضرات اس مضمون سے زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں ان کو متکلمینِ اسلام کہتے ہیں۔ اس مضمون "علم مخاصمہ" کو جدید اصطلاح میں "تقابل ادیان" بھی کہتے ہیں۔

قرآن پاک میں گمراہ فرقوں میں سے زیادہ تذکرہ اور تردید جن فرقوں کی ہوئی ہے وہ چار ہیں۔ مشرکین، یہود، نصاریٰ اور منافقین۔

تذکیر بآلاء اللہ:

بندوں کو اپنی نعمتوں سے سرفراز کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے جو عجیب وغریب نمونے دکھائے ہیں ان کو قرآن آلاء کے جامع لفظ سے یاد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور اس کی قدرتِ کاملہ اور بندوں پر اللہ تعالیٰ کے خاص انعامات ان

سب کا تذکرہ، مسلسل بار بار یاد دہانی۔ یہ سب اس لیے تاکہ انسان اس میں غور و خوض کرے، تاکہ اسے ان آلاء کی عظمتوں کا احساس ہوں اور اس سے انسان اپنے اندر شکر کا جذبہ پیدا کرے۔ جب شکر کا جذبہ پیدا ہو گا تو پھر عبادت کا ذوق پیدا ہو گا اور جب عبادت کا ذوق پیدا ہو گا تو انسان فلاح کے اس راستہ پر چل پڑے گئے جو قرآن کا مقصود اور مطلوب ہے۔

- تذکیر بآلاء اللہ کا مضمون ایک اعتبار سے خاص طور پر عقائد خاص اور توحید کا ایک مہتمم بالشان شعبہ ہے۔
- تذکیر بآلاء اللہ میں وہ نعمتیں بھی شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدمؑ سے پہلے انسان کے لیے پیدا کر دی تھیں اور جو سامان تیار کیا ہوا تھا اور روئے زمین پر انسان کی راحت و آرام کے اسباب فراہم کر دے تھے جیسے چاند، سورج، دریا، پہاڑ، سمندر، ہوا، پانی، جمادات، نباتات، اور حیوانات جن کا تذکرہ قرآن میں جابجا موجود ہے۔
- انسان کے پیدا کرنے سے پہلے ان سب کو پیدا کیا، خلافت کی ضروریات اور خلافت کی ذمہ داری سنبھالنے کے لیے پورا ماحول تیار کرنے کے بعد ہی حضرت آدمؑ کو زمین پر اتارا گیا کہ اب سارا سٹیج تیار ہے، جا کر چارج لے کر اپنی منصبِ خلافت کی ذمہ داری سنبھال لو۔
- اسی طرح انسان کو اپنی ذات میں پیدا کئے ہوئے انعامات جیسے اعطائے سمع و بصر و تکلم، عقل و ھدایت کی نوازش، خیر و شر کا علم وغیرہ بھی ان تذکیر بآلاء اللہ میں داخل ہے۔
- ان کے علاوہ کچھ وہ نعمتیں جن کا ظہور اللہ تعالیٰ کی صفات سے مسلسل ہو رہا ہے اور انسان اس کے ثمرات سے مستفیض ہو رہا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی صفتِ خالقیت، صفت رحمت، صفت ربوبیت وغیرہ جن کی برکات و ثمرات کا مشاہدہ ہر وقت انسان کرتا رہتا اور ہر وقت ان کے ثمرات سے انسان متمتع ہو رہا ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ

کی ان عمومی نعمتوں کی یاد دہانی تذکیر بالآء اللہ کہلاتا ہے۔

- ان تمام نعمتوں کا تذکرہ اس طرح صاف اور سادہ دلائل کے انداز میں کیا گیا ہے، جس کو عام و خاص، عالم و جاہل، شہری و دیہاتی، مرد و زن، بڑا چھوٹا، جوان ہر کوئی سمجھ سکتے ہیں اور ہر انسان کے دل میں گھر کرنے والے ہیں، جن سے متاثر ہو کر ایک منیب انسان ان کے لئے موحد و منقاد ہونا آسان ہو جاتا ہے۔

تذکیر بأیام اللہ:

قرآن پاک میں عبرت کے لئے امم سابقہ کے قصص اور واقعات بیان ہوئے ہیں۔ اس کا مقصد دین پر عمل کرنے یا نہ کرنے کے نقطہ نظر سے انسانیت کی تاریخ اور اس کا نشیب و فراز، ماضی میں جتنے اچھے یا برے انسان ہوئے ہیں ان کی واقعات، اس لیے بیان ہے کہ پڑھنے والے اچھے راستے کو اختیار کرے اور گمراہی کے راستے سے بچیں۔

- قرآن نے امم سابقہ کے واقعات میں سے وہ بیان کیے ہیں جس سے عام اہل عرب کسی نہ کسی درجے میں مانوس تھے یا تو یہود سے اختلاط کی بنا پر یا شام کی سفر تجارت کی وجہ سے جیسے واقعہ طوفان نوح، داستان ھلاکت عاد و ثمود، حضرت ابراہیمؑ اور بنی اسرائیل کے واقعات جبکہ روم فارس اور ہند کے سابقہ واقعات کا ذکر قرآن میں اس لیے نہیں تاکہ عرب عدم واقفیت کی بناء پر بجائے تحصیل عبرت کے حیرت و انکار میں مبتلا نہ ہو کیونکہ ان قصص و واقعات کا اصل غرض تذکیر ہے۔
- اسی بناء پر واقعات میں سے وہ حصہ بیان فرمایا ہے جس سے نصیحت مقصود ہے واقعے کے باقی تفصیلات کو اکثر ترک کر دیا گیا ہے تاکہ سامع پر بوجھ نہ ہو۔

تذکیر بالموت وما بعد الموت:

موت اور موت کے بعد آنے والے تمام واقعات مثلاً قبر حشر، نشر، حساب، کتاب، میزان دوزخ، جنت وغیرہ کی یاد دہانی تاکہ دنیا سے دل لگی ختم ہو کر خوف خدا، خشیت الٰہی اور محبت الٰہی، فکر آخرت پیدا ہو اور نافرمانی سے طبیعت رک کر تعمیلِ فرمان اور احکام

پر انسان کمربستہ ہو جائے۔

یوں تو یہ مضمون بنیادی طور پر عقائد کا ایک حصہ ہے لیکن چونکہ مرنے کے بعد کی زندگی کا عقیدہ ایک بہت اہم اور بنیادی عقیدہ ہے اس لیے اس کو ذہن نشین کرانے کا قرآن نے خصوصی اہتمام کیا ہے۔

تذکیر باحکام اللہ:

اللہ تعالیٰ کے احکام کو یاد دلانا۔ یہ قرآن کا بہت اہم مضمون ہے۔ جن حضرات کا اس مضمون سے زیادہ دلچسپی اور تعلق ہے ان کو فقہائے اسلام کہتے ہیں۔ ان حضرات نے قرآن میں بیان کیے گئے ان احکام کو اپنی زندگی کا ایک اختصاصی مضمون بنایا اور فقہ اسلامی کا ایک وسیع ذخیرہ پوری لائبیری کی شکل میں مرتب کر کے رکھ دیا ہے۔

❖ یہ قرآنی احکام پھر دو قسم پر ہیں، امر اور نہی۔ پھر ہر ایک مزید دو قسم پر ہیں۔ ضروری اور غیر ضروری۔ پھر یہ احکام اعتقادی ہوں گے یا عملی پھر عملی یا تو مخصوص باللہ ہوں گے یا مخصوص بالعباد۔

مخصوص باللہ کی دو قسمیں ہیں۔ عبادتِ جسمانی جیسے روزہ، حج زکوٰۃ، جہاد

عبادت روحانی جیسے قوت بہیمیہ، شہوت اور غضب کا مغلوب کرنا اور قوت ملکیہ کو غالب کرنا۔

اور نماز میں جسمانی اور روحانی دونوں پہلو مقصود ہیں روحانی طور پر خشوع اور جسمانی طور پر حرکات مخصوصہ

مخصوص بالعباد:

یہ تین قسم پر ہیں (۱) تہذیب الاخلاق یعنی انسان کے اخلاق کی درستی (۲) تدبیر المنزل یعنی گھر کی درستگی (۳) سیاست مدنی یا ملک گیری یعنی ملک اور سیاست کی درستگی۔

اس طرح احکام کے یہ پانچ اقسام بنتے ہیں۔

- شاہ ولی اللہ محدث دھلویؒ نے تذکیر باحکام اللہ کے ذیلی چار اقسام اس طرح بیان کیے ہیں کہ احکام پھر چار قسم پر ہے۔

(۱)عبادات (۲)معاملات (۳)تدبیر منزل (۴)سیاست مدنیہ

(۱)عبادات:

وہ اعمال جو انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تعلق کو مضبوط کرتے ہوں جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج

(۲)معاملات:

وہ احکام جو انسان کے انسان کے ساتھ تعلقات کو مضبوط کرتے ہوں جیسے نکاح، طلاق اور خرید و فروخت یا جنگ و صلح کے قوانین۔ الغرض معاملات میں وہ سب چیزیں شامل ہیں جو قانون کا موضوع سمجھی جاتی ہیں۔

(۳)تدبیر منزل:

یعنی عائلی زندگی کی ترتیب و نظم، خاندانی تعلقات کی نگہداشت۔ یہ خاندانی روابط کا وہ معاشرتی پہلو ہے جس کی پاسداری کرکے ہی خاندان اور معاشرہ کے اداروں کو کامیابی سے چلایا جاسکتا ہے۔

(۴)سیاست مدنیہ:

حکومت کے نظام کو چلانا، اس کے متعلق ہدایات اور رہنمائی فراہم کرنا، ایک شہر یا ملک کے لوگوں کے درمیان ربط و تعلق کو محفوظ رکھنے کے طریقے وغیرہ۔

4۔ ہمارے مشائخ کے بیان کے مطابق قرآن کے مضامین:

قرآن پاک میں اگرچہ بہت زیادہ مسائل اور مضامین ہیں لیکن بڑے بڑے مضامین کے اعتبار سے ہمارے مشائخ کی رائے کے مطابق قرآن کے اہم مضامین آٹھ ہیں، جنہیں اصولِ مُہِمَّہ کہتے ہیں:

(۱)اثبات التوحید (۲)اثبات الرسالۃ (۳)صدق الکتاب

(۴)اثبات القیامۃ (۵)الجہاد فی سبیل اللہ (۶)الانفاق فی سبیل اللہ

(۷)للتنظیم والمنظمۃ (۸)الآداب

ان میں سے پہلے چار مضامین کو مقاصد یا سوابق اور آخری چار کو ممدات یا لواحق کہتے ہیں۔

فائدہ:

جیسا کہ مذکور ہو چکا کہ دعویٰ کہتے ہیں اُس مرکزی مسئلہ یا موضوع کو جس پر پوری سورۃ بحث کرتی ہے۔

تو قرآن پاک کی ایک سورۃ میں ان آٹھ مقاصد (مضامین) میں سے کبھی ایک مضمون اور کبھی کئی مضامین کو اکھٹا لا کر سورۃ کا دعویٰ بنا دیا جاتا ہے۔ جیسے سورۂ فاتحہ کا دعویٰ توحید ہے اور سورۃ البقرۃ کا دعوٰی توحید، رسالت، جہاد اور انفاق ہے۔ یا ان مقاصد کے مویدات ولوازم میں سے کسی ایک چیز کو دعوٰی بنایا جاتا ہے جیسے سورت فتح کا دعوٰی بشارت ہے اور سورت قارعۃ کا دعوٰی تخویف ہے۔

دلائل القرآن

قرآن پاک کی ایک سورت میں ان مذکورہ مضامین میں سے کبھی ایک مضمون اور کبھی کئی مضامین کو اکٹھا لا کر سورت کا دعویٰ بنایا جاتا ہے اور اس دعوے کے اثبات کے لیے دلائل بیان کیے جاتے ہیں۔

دلائل:

دلائل جمع ہے دلیل کی۔ دلیل لغت میں مُرْشِد اور مَابِهِ الْاِرْشَادُ کو کہتے ہیں۔
دلائل سے یہاں مراد ایسے ثبوت ہیں جو قرآن کے دعویٰ یعنی مرکزی موضوع و مضمون کو ثابت کرنے کے لیے ذکر کیے جاتے ہیں۔

اقسام:

دلائل کی چار قسمیں ہیں: (1) دلیل عقلی (2) دلیل نقلی (3) دلیل وحی (4) حلف
ان چار قسم کے دلائل کے علاوہ دعویٰ اور مسئلے کی مزید وضاحت کے لیے کبھی کبھی قصص اور امثال کو بھی پیش کیا جاتا ہے۔

وجہ حصر:

دنیا میں تین قسم کے لوگ موجود ہیں: ایک مسلمان، ان کے لیے بس بطور دلیل یہ کافی ہے کہ یہ بات وحی میں آئی ہے۔ دوم، اھل کتاب (یہود و نصاریٰ) ان کے لیے قرآن دلائل نقلیہ پیش کرتا ہے کہ یہ بات تورات، انجیل اور آپ کے انبیاء سے نقل ہے۔ سوم، دھریہ اور عام کافر، ان کے لیے قرآن ایسے عقلی دلائل پیش کرتا ہے جس سے وہ انکار نہیں کر سکتے۔ اور پھر بعض لوگوں کی عادت یا مزاج ایسی ہوتی ہے کہ وہ قسم سے مطمئن ہوتے ہیں تو ان کی عادت اور مزاج کے مطابق قرآن نے حلف اور قسم کو بھی بطور دلیل پیش کیا ہے۔

عقلی دلائل:

وہ دلائل جس کو عقل تسلیم کرتی ہے اور جس سے ایک سلیم العقل انکار نہیں کر سکتا۔ پھر یہ دلائل عقلیہ تین قسم پر ہیں۔

(الف) دلیل عقلی محض (ب) دلیل عقلی اعترافی (ج) دلیل عقلی الزامی

(الف) دلیل عقلی محض (سادہ عقلی دلیل):

جس کے مقدمات مسلم عند الخصم ہوں، مقابل اور دشمن بھی اسے تسلیم کرتا ہو اور عقل اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ جیسے:

- خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ تَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔ [النحل:۳]
- یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ [بقرۃ:۲۲،۲۱]

(ب) دلیل عقلی اعترافی:

جس کا خصم یعنی مقابل (مخالف) خود بھی اقرار و اعتراف کرتا ہو:۔ جیسے:

- قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۔
[المؤمنون:۸۵،۸۴]
- قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۔ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۔
[المؤمنون:۸۷،۸۶]
- وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ۔ [العنکبوت:۶۱]
- وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ [لقمان:۲۵، زخرف:۹]

(ج) دلیلِ عقلی الزامی مسکت للخصم:

وہ دلیل جو خصم (مقابل) کے سامنے جب بیان کی جاتی ہے تو وہ لاجواب ہو کر چُپ ہو جاتا ہے جیسا کہ:

- قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ [انعام:۴۰]
- قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ [انعام:۴۷]
- قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ۔ [انعام:۶۳]
- قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ۔ [انعام:۶۴]

(۲) نقلی دلائل:

وہ دلائل جو کسی مسئلہ کی تائید کے طور پر گزشتہ انبیاء علیہم السلام، کتابوں، نیک لوگوں، جنات اور ملائک سے نقل ہو۔

پھر یہ نقلی دلائل چھ قسم پر ہیں:

(الف) دلیل نقلی من الانبیاء السابقین: جو پھر دو قسم پر ہیں:

- دلیل نقلی اجماعی من الانبیاء: جیسے
- وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا نُوْحِيْ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُوْنِ۔ [الانبیاء:۲۵]
- إِنَّ هٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ۔ [الانبیاء:۹۲]
- دلیل نقلی انفرادی من الانبیاء: جیسے
- لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوْحًا إِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهٗ إِنِّيْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ [سورۃ اعراف: ۵۹]

(ب) دلیل نقلی من الملائکۃ: جیسے

- وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ أَهٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۔ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ۔ [سبا:۴۱،۴۰]
- وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ۔ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ۔ [الصفت:۱۶۶،۱۶۵]

(ج) دلیل نقلی من العباد الصالحین: جیسے

- وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ إِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖ إِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا۔ [الکہف:۱۴]
- وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيْمَانَهٗ أَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا أَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ

جَآئَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّکُمْ وَاِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ یَّكُ صَادِقًا یُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ۔ [مؤمن:۲۸]

(ہ) دلیل نقلی من الکتب السابقۃ: جیسے

- وَاٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِیْلًا۔

[بنی اسرائیل:۲]

(و) دلیل نقلی من الوحوش والطیور: جیسے

حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰٓاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ [سورۃ النمل:۱۸]

(ی) دلیل نقلی من الجن: جیسے

- وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ۔

[احقاف:۲۹]

- قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا۔ یَّهْدِیْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا۔ [جن:۱،۲]

(۳) وحی دلائل:

دلائل کے یہ تمام اقسام (عقلی و نقلی) جو قرآن میں بیان ہیں تمام کے تمام وحی ہیں کیونکہ قرآن میں مذکور ہیں اور قرآن سارا کا سارا وحی ہے۔ البتہ یہ وحی دلائل ایک خاص قسم ہے دلائل کا جو دلائل وحیہ سے موسوم ہیں۔ دلائل وحیہ کی پہچان کے لیے چند قواعد مندرجہ ذیل ہیں:

(1) وہ دلیل جس میں لفظ وحی ذکر ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے وحی کی، یا رسول اللہ ﷺ کہے کہ مجھے وحی ہوئی ہے۔ جیسے

- نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡكَ نَبَاَهُمۡ بِالۡحَقِّ‌ؕ [کہف:۱۱]
- اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوۡحٰٓى اِلَىَّ‌ ۚ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّىۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ [یونس:۱۵]

(2) آیت میں اتبع یا اتبعوا امر کا صیغہ ہو جیسے:

- قُلۡ اِنِّىۡ نُهِيۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ الَّذِيۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ‌ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهۡوَآءَكُمۡ‌ ۙ قَدۡ ضَلَلۡتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُهۡتَدِيۡنَ [انعام:۵۶]
- وَاِذَا لَمۡ تَاۡتِهِمۡ بِاٰيَةٍ قَالُوۡا لَوۡلَا اجۡتَبَيۡتَهَا‌ ؕ قُلۡ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا يُوۡحٰٓى اِلَىَّ مِنۡ رَّبِّىۡ‌ ۚ [اعراف:۲۰۳]

(3) وحی کی تلاوت پر امر وارد ہوا ہو۔ جیسے:

- اُتۡلُ مَاۤ اُوۡحِىَ اِلَيۡكَ مِنَ الۡكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ‌ ؕ [عنکبوت:۴۵]

(4) لفظ شہادت آیا ہو کہ اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے۔ جیسے:

- شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ [ال عمران:۱۸]

(5) یا لفظ قضی آیا ہو۔ جیسے

- وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ [بنی اسرائیل:۲۳]

(6) یا نہی کا صیغہ ہو۔ جیسے:

- لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا [بنی اسرائیل:۲۲]

(7) قل یا قال کا صیغہ ہو۔ جیسے

- قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ [انعام:۱۴]

فائدہ:

قرآن پاک میں دلائل کی جتنی اقسام ہیں ان تمام کے لیے لفظ "آیات" استعمال ہوا ہے یعنی قرآن میں دلائل کو آیات کہا گیا ہے۔ جیسے

- وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ [انعام:۱۰۵]

یہاں آیات سے مراد دلائل عقلیہ ہیں۔

- الٓرٰ ۟ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ [یوسف:۱]

اس میں نقلی دلائل کی طرف اشارہ ہے۔

- ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ [آل عمران۵۸]

اس میں وحی دلائل کی طرف اشارہ ہے۔

(۴)حلف ــــ (قسم):

دلائل کی چوتھی قسم حلف ہے۔ جس طرح دعویٰ دلائل سے ثابت ہو سکتا ہے اسی طرح اثبات دعویٰ کے لیے حلف بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ قرآن چونکہ عرب کے لغت پر نازل ہوا ہے اور عربوں کی عادت تھی جب وہ کسی بات کو ثابت کرتے یا کسی بات میں تاکید مراد ہوتی تو قسم کھاتے تھے۔ تو قرآن میں بھی ان کی عادت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے قسم کا ذکر کیا ہے۔

ابو القاسم القشیریؒ فرماتے ہیں: کہ کسی حکم میں مضبوطی اور تاکید آتی ہے دو چیزوں سے (1) شہادت اور گواہی کے ساتھ۔ (2) قسم کے ساتھ

تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ دونوں انواع ذکر کیے ہیں تاکہ کفار کی حجت باقی نہ رہے۔

اللہ کی شہادت:

- شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ [ال عمران:۱۸]

اللہ کی قسم:

- وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِىْ وَرَبِّىْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕۚ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ [یونس:۵۳]

❖ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنی ذات پر سات (7) جگہوں پر قسم اٹھائی ہے جیسے

- قُلْ اِىْ وَرَبِّىْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕۚ [یونس:۵۳]
- کذا فی سورۃ التغابن:۷۔ مریم:۴۵، حجر:۹۱، نساء: ۶۵، معارج:۴۰، الذاریات:۲۳

❖ اور باقی اقسام اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر اٹھائی ہیں: جیسے والعصر، و الطور،

والقلم، والفجر، والتین والزیتون، والشمس وغیرہ

فائدہ:

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ مخلوق پر قسم کیسے اٹھاتا ہے جبکہ غیر اللہ پر قسم اٹھانا شریعت میں منع ہے؟ حدیث پاک میں ہے:

- مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ اَشْرَكَ [ابو داؤد]
- مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَلْيَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ [ترمذی]

اس کے کئی جوابات علماء دیتے ہیں:

(1) قسم اس چیز پر کھائی جاتی ہے جو قسم کرنے والے کی نظر میں معظم اور بڑی ہو۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے بڑا کوئی نہیں لہذا اللہ تعالیٰ قرآن میں بھی اپنی ذات پر قسم اٹھاتا ہے اور کبھی کبھی اپنے مصنوعات اور مخلوقات پر قسم اٹھاتا ہے کیونکہ یہ اشیاء بھی خالق اور صانع پر دلالت کرتے ہیں۔

(2) قرآن پاک میں جہاں بھی مخلوق پر قسم مذکور ہو تو وہاں پر مضاف محذوف ہو گا جیسے والتین ای و رب التین۔ والشمس ای و رب الشمس وغیرہ۔ اصل قسم اللہ تعالیٰ پر ہے۔

- علامہ سیوطیؒ نے "الاتقان فی علوم القرآن" میں "اسرار الفواتح" کے حوالے سے ابن الاصبعؒ کا قول نقل کیا ہے کہ:

"مصنوعات پر قسم مستلزم ہے صانع پر قسم کرنے کو کیونکہ مفعول کا ذکر مستلزم ہے فاعل کے ذکر کو اور مفعول کا وجود فاعل کے بغیر محال ہے۔"

(3) قرآن میں مذکور مخلوق پر قسم دراصل شہادت اور گواہی کے معنی میں ہے کما قال القائل:

وَالَّذِيْ مَلَاءَ قَلْبِيْ مُحَبَّتَكَ وَاِجْلَالَكَ وَ مَهَابَتَكَ فَاِنَّكَ لَحَبِيْبٌ

"اسی ذات کی قسم جس نے میرے دل کو تیری محبت، عظمت اور ھیبت سے بھر دیا ہے کہ تو میرا محبوب ہے۔ یہاں والذی قسم برائے شاھد کے ہے۔"

فارسی کا شعر ہے:

قسم بلبِ میگونِ تو و زلفِ شبگونِ تو　　　　که تو محبوبِ دلبر بآئی

تمہاری سرخ لبوں اور سیاہ زلفوں کی قسم کہ تو میرا دل ربا ہے۔ یعنی سرخ لب اور سیاہ زلف تیرے حسن کے گواہ ہیں۔

امثال القرآن

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کسی دعویٰ اور مسئلے کو دلائل سے ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ مثالوں سے بھی واضح کرتا ہے۔

- وَلَقَدۡ صَرَّفۡنَا فِیۡ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لِلنَّاسِ مِنۡ کُلِّ مَثَلٍ ؕ [الکہف:۵۴]
- وَتِلۡکَ الۡاَمۡثَالُ نَضۡرِبُہَا لِلنَّاسِ لَعَلَّہُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ [الحشر:۲۱]

دراصل مثال کے بیان سے ممثل خوب واضح ہو جاتا ہے۔ عرب لوگ کہتے ہیں۔

الممثل بلا مثال کالفرس بلا لجام

یا الممثل بلا مثال کالناقة بلا زمام

یعنی کوئی بات بغیر مثال کے ایسی ہے جیسے گھوڑا یا اونٹنی بغیر لگام کے۔

علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ قرآن پاک میں چالیس سے زائد امثال بیان ہوئے ہیں

[مفتاح دار السعادة و شهود باهل العلم و الولاية]

اسی طرح انہوں نے قرآنی مثالوں کی وضاحت اور شرح و تفسیر پر مستقل کتاب "الامثال فی القرآن" لکھی ہے۔

دیگر علماء نے بھی اس موضوع پر بہت سارے کتابیں لکھیں ہیں۔

- امام ابو الحسن ماوردیؒ کی کتاب "امثال القرآن"
- شیخ ابو اصفہانیؒ کی کتاب "امثال القرآن"
- عبد الوہاب العثمانیؒ کی کتاب "و تلک الامثال"
- مصطفیٰ عیر الصیاختہؒ کی کتاب "ظاہرۃ الامثال"
- عبد المجید البیانویؒ کی کتاب "ضرب الامثال فی القرآن" وغیرہ

فوائد الامثال:

قرآن کے امثال بیان کرنے میں کئی فوائد اور مقاصد ہیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

- مثال کے بیان کرنے سے ممثل اور مسئلہ واضح ہو جاتا ہے۔
- مثال کے ذریعے ایک معقول چیز کی محسوس کے ساتھ تشبیہ دینے سے انسان اس بات کو اچھی طرح سے سمجھ سکتا ہے۔
- مثال کے ذریعے غائب چیز بمنزلہ حاضر ہو کہ اس چیز کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔
- امثال اوقع فی النفس ہوتے ہیں۔
- امثال ابلغ فی الوعظ ہوتے ہیں۔

الامثال فی القرآن: (چند قرآنی مثالیں)

- مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا اَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ [بقرہ:۱۷]
- مَّثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِىْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ [سورۃ البقرۃ:۲۶۱]
- يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ۔ [الحج:۷۳]
- مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۖۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ [العنکبوت:۴۱]
- ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرٰىةِ ۖۚ وَمَثَلُهُمْ فِى الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ [الفتح:۲۹]

قصص القرآن

قرآن امثال کی طرح دعوی اور مسئلے کی وضاحت کے لیے قصص بھی ذکر کرتا ہے۔
قَصَصُ (بالفتح) مصدر ہے قَصَّ يَقُصُّ قَصَصًا سے بمعنی بیان جیسے

- نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡكَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ بِمَاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ ‌ۖ وَاِنۡ كُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِيۡنَ [یوسف:۳]
- اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡقَصَصُ الۡحَقُّ‌ ۚ وَمَا مِنۡ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ‌ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ [ال عمران:۶۲]

قصہ عربی لغت میں کہتے ہیں اخبار مرویہ اور انباء محکیہ کو یعنی قصہ روایت کردہ اخبار اور نقل کردہ واقعات کو کہتے ہیں۔

فوائد القصص:

(1) یہ قرآنی واقعات اور قصص دراصل متعلقہ دعویٰ پر دلائل نقلیہ کی حیثیت رکھتے ہیں یعنی یہ دراصل دلائل نقلیہ ہیں۔

(2) ان واقعات کا اصل مقصد وعظ و تذکیر اور عبرت حاصل کرنا ہے فلیس المقصود من قصصھم ان تکون فقط سمرا و انما الغرض الاعظم منھا ان تکون تذکیرا و عبرا۔

[قصص الانبیاء:۸ لشیخ عبد الرحمن بن ناصر السعدی]

(3) انبیاء کے ان واقعات سے یہ سبق ملتا ہے کہ مؤمن داعی ان انبیاء کرام کی اقتداء کریں دین کے تمام احوال و احکامات میں۔ دعوت و بیان توحید میں، عبودیت میں، مشکلات کے دوران صبر و استقامت میں، صدق و اخلاص میں۔

(4) یہ واقعات اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تمام انبیاء دین واحد پر تھے، ان کے اصول دین، اصول ایمان، اصول اسلام، اصول دعوت اور اصول اخلاق ایک تھے۔

(5) ان واقعات سے کئی شرعی اور فقہی احکام، احکام کے مختلف اسرار و رموز مستنبط ہوتے ہیں۔

(6) انبیاء کے واقعات میں ہمارے لیے یہ سبق ہے کہ

- انبیاء کا ہمیشہ اعتماد اپنے رب پر ہوتا تھا "اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ" [سورۃ ھود:۵۶]
- انہوں نے ہمیشہ تکالیف پر صبر کیا "وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ اٰذَيْتُمُوْنَا" [ابراہیم:۱۲]
- اپنی دعوت پر قوم سے اجرت اور اجر کا طلب نہیں کیا بلکہ ہمیشہ طمع اور طلب اللہ سے رہا۔ "وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ" [شعراء:۱۰۹]

(7) ان واقعات میں یہ تعلیم ہے کہ غلط الزامات اور تہمات کا اپنی طرف سے دفاع اور صفائی کرنا من سنن الانبیاء ہے جیسے واقعہ یوسف وغیرہ میں ہے۔

(8) انبیاء اور حق پرستوں پر راہ حق میں مخالفین کی طرف سے تہمت، الزام تراشی اور طعنے ملیں گے۔ کبھی ضلالت و سفاہت کی نسبت، کبھی جنون و سحر اور افتراء کی نسبت اور کبھی تکذیب اور کبھی دھمکی بھی دی جائے گی۔

(9) ہمیشہ انبیاء کے اتباع و معاون اور تابعدار دنیاوی حیثیت سے کمزور لوگ رہے اور مخالف سرمایہ دار متکبر، ضدی عنادی اور مقتدر طبقہ ہوتا ہے۔

(10) انبیاء اور ان کے اقوام کے واقعات میں ایک عبرت یہ بھی ہے کہ نیک لوگوں پر ابتلاء لرفع الدراجات اور منکرین کے لیے رسوائی، ذلت اور عذاب کے لیے ہے۔

تکرار الواقعات:

قرآن پاک میں بعض واقعات مکرر ذکر ہیں۔ یہ تکرار بے مقصد نہیں اگرچہ یہ تکرار صورۃً ہے معنیً نہیں۔ ہر مقام پر وہ واقعہ الگ الگ اغراض و مقاصد کے لیے ذکر کیا جاتا ہے۔

✵ لہذا یہ تکرارِ محض نہیں جیسے آدم اور ابلیس کا واقعہ قرآن پاک میں سات (۷) مرتبہ

ذکر ہے اور ہر جگہ جدا جدا غرض و فائدہ کے لیے مذکور ہے جیسے سورۃ البقرہ میں تکریم و تعظیم کے لیے، سورۂ اعراف میں رد شرک کے لیے، سورۂ حجر میں مال تکبر کے لیے، سورۂ اسراء میں جواب شبہ، سورۂ طٰہٰ میں بیان عذر اور سورۂ ص میں ازمائش کے لیے ذکر ہے۔

✱ دلیل واحد کو مدلولات متعددہ کے ساتھ پیش کرنا در اصل حسنِ بلاغت شمار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر جگہ یہی ایک واقعہ بعینہ انہی الفاظ اور مقدار میں نہیں ہوتا بلکہ کسی جگہ کم یا زیادہ اور کبھی ایک کلمہ یا جملے کی تبدیلی کے ساتھ۔ یہ بلغاء اور فصحاء کی عادت ہوئی ہے۔

شیخ عبد الرحمن بن ناصر السعدیؒ فرماتے ہیں:

و اعلم ان کثیرا من قصصهم صلوٰت الله و سلامه علیهم اعادها فی کتابه مرات عدیدة باسالیب مناسبة لمقاماتها و ربما یکون فی موضع منها ما لیس فی المواضع الاخر من الزیادات و الفوائد او یأتی بها بالفاظ غیر الالفاظ القصة الاخریٰ و المعانی متفقة او متقاربة [قصص الانبیاء:۹]

✱ بعض واقعات مکرر بیان فرمائے گئے ہیں اس کا مقصد تکرار برائے تکرار نہیں بلکہ ہر جگہ اُس واقعے سے ایک الگ نیا غرض مقصود ہوتا ہے جیسے جس موقع پر انداز و تبشیر یا نا امیدی کے بعد نصرت و امداد، یا بیان توحید یا امر بالمعروف و نھی عن المنکر یا پیغمبر اور مومنین کو تسلی یا اظہار نعمت اور انقیاد پر انعام و اکرام کا تذکرہ یا مخالفین کے شبہات کا دفع مقصود ہو تو ان واقعات کو ان مختلف مقاصد کے پیش نظر بار بار ذکر کیا جاتا ہے۔

✱ الغرض ان قصص و واقعات سے مقصود نفس قصہ نہیں کہ الف سے ی تک تمام قصہ بیان کیا جائے جیسے تورات کے پیدائش کے حصے میں کائنات کی پیدائش کا تمام قصہ اول سے آخر تک بیان ہے جو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ابتدائی انسانی نسلوں

کی پیدائش ہی کی کوئی داستان ہے اور اس کے بعد کا حصہ گنتی ایسا لگتا ہے کہ شاید کوئی مردم شماری کی رپورٹ ہے۔ اس کے مقابلے میں قرآنی واقعات اور قصص سے مقصود عبرت اور موعظت ہے نہ کہ تاریخی داستان۔ اس لیے واقعات و قصص کا وہی حصہ ذکر کیا جاتا ہے جس میں عبرت اور سبق ہو۔

اسلوب القرآن اور طرزِ خطابِ قرآن

اسلوبِ قرآن سے مراد ہے الفاظ کی آپس کی بندش، کلمات اور آیات کی ترتیب اور اس ترتیب کی حکمت۔ قرآن پاک کا انداز اور اسلوب خطیبانہ اور مقررانہ ہے، ہر واقعہ یا قصہ، کسی شخص یا قوم پر اللہ تعالیٰ کے انعام یا عذاب کا ذکر ایک مؤرخ یا تاریخ جیسا نہیں بلکہ اس کا انداز اور اسلوب پند و نصیحت کا ہے اور ہر واقعہ سے عبرت دلانا مقصود ہوتا ہے۔ یہ خطیبانہ اسلوب قدیم عربی خطابت کی طرح بھی نہیں بلکہ قرآن کی یہ خطابت اس سے بالکل الگ ایک نئے انداز کی خطابت ہے۔ ہر سورت اور ہر مضمون ایک الگ خطبے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلوب سے بھی مراد محض الفاظ اور کلمات کا انتخاب نہیں ہے بلکہ اس سے مراد قرآن پاک کا طرز بیان، اور طرزِ استدلال اور قرآن پاک کا اندازِ خطاب اور طرزِ خطاب ہے۔

مخاطبین قرآن:

بیان کے بعد ہمیشہ لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں:

(۱) منقادین (گردن نہاد یعنی ماننے والے، مؤمن)۔

(۲) غیر منقادین (نہ ماننے والے)

جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔

- وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِیْقٰنِ یَخْتَصِمُوْنَ [النمل:۴۵]

پھر غیر منقادین دو قسم پر ہیں: کافر اور مذبذب منافق۔ ان تینوں کا تذکرہ سورۂ بقرہ

کے ابتدائی آیات میں اور سورۂ حج میں ہوا ہے:

- وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ۝ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ۝ [الحج:۵۱-۵۳]

طرز خطاب:

قرآن پاک کا ان دونوں قسم کے لوگوں سے طرزِ خطاب کچھ اس طرح ہے کہ مسئلہ بیان ہونے اور دعویٰ ثابت ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ منقادین کو بشارت (خوشخبری) دیتے ہیں، کبھی تشجیع (بہادری) اور کبھی ترغیب دیتے ہیں اور کبھی ان منقادین کے ربط القلب (استقامت) کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جبکہ غیر منقادین (دعویٰ ثابت ہونے کے بعد نہ ماننے والوں) کو کبھی زجر (ڈانٹ) دیتے ہیں اور کبھی تخویف (ڈراؤ) دیتے ہیں اور کبھی ان غیر منقادین کے ختم القلب (دل پر مہر لگنے) کا تذکرہ ہوتا ہے۔

تسلی:

حق پرست داعی جب دین حق کی دعوت دیتا ہے، مسئلہ بیان کرتا ہے تو مخالفین کی طرف سے تکالیف اور تکذیب پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے داعی کو صبر کی تلقین ہوتی ہے تاکہ اس کے دل کا غم دور ہو جائے یا غم کو ہلکا کرنے کی غرض سے اس کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اس کو تسلی یا تسلیہ کہتے ہیں۔ پھر کبھی یہ تسلی صراحۃً ہوتی ہے۔ جیسے

- كِتَابٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ [اعراف:۱۲]
- مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى [طٰہٰ:۲]
- فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ [اعراف:۱۲]
- فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْا بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ [آل عمران:۱۸۴]
- وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ [فاطر:۲۵]

اور کبھی یہ تسلی منکرین کی ہلاکت اور مؤمنین کی نجات کے ضمن میں ذکر ہوتی ہے: جیسے

- فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ [الانعام:۴۵]
- وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ [الروم:۴۷]

بشارت:

بشارت خوشخبری کو کہتے ہیں۔ امام ابو بکر ابن العربی فرماتے ہیں۔ البشارۃ اخبار عن المحبوب۔ "بشارت اچھی چیز اور اچھی خبر" کو کہتے ہیں۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں:

البشارۃ الخبری الذی یظھر السرور [تفسیر کبیر ۱/۱۴۷]

"وہ خبر جو خوشی ظاہر کرے اور انسان اس پر خوش ہو جائے۔"

قرآن پاک کی تفسیر میں بشارت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات سے کو بجالانے اور ادا کرنے یا دعویٰ و تبلیغ کا فریضہ ادا کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف بندوں کو نعمتوں اور خوشیوں کا خبر دینا۔ بشارت پر مستقل سورتیں بھی نازل ہوئی ہیں جیسے سورۃ کوثر، سورۃ فتح

پھر بشارت دو قسم پر ہے (۱) بشارت دنیاوی (۲) بشارت اُخروی

بشارت دنیاوی:

یعنی دنیا میں خوشی اور نعمت کی خوشخبری دینا، فتح و نصرت کا وعدہ کرنا تاکہ مؤمن مطمئن ہو کر اس کا دل مضبوط ہو جائے جیسے

- وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ [الانفال:۱۰]
- وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

[آل عمران:۱۲۳]

بشارت اخروی:

آخرت کی خوشیوں اور نعمتوں کا خبر دینا جیسے

- وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ؕ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ؕ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ [البقرۃ:۲۵]

اسی طرح آل عمران:۱۹۵، کہف:۳۰،۳۱ وغیرہ۔

بشارت دنیاوی اور اخروی ایک جگہ اکھٹے:

- لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ [یونس:٦٤]

تشجیع:

کسی اچھے اور نیک کام پر ابھارنے اور اس کے لیے جرأت، دلیری اور حوصلہ مندی پیدا کرنے کو تشجیع کہتے ہیں۔

قرآن پاک میں انبیاء کرام علیہم السلام اور حق پرستوں کے واقعات کے ذریعے اللہ تعالیٰ داعیٔ حق کو یہ تشجیع (بہادری) دلاتا ہے کہ یہ تمام انبیاء علیہم السلام حق کی راہ میں تکالیف سے نہیں ڈرتے تھے انہوں نے خندہ پیشانی سے اس کا مقابلہ کیا، تکالیف سہتے تھے لہذا تم بھی ان حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرو اور حالات سے مت ڈرو۔ جیسے

- وَكَأَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ [ال عمران:۱۴۶]
- إِنْ نَّقُولُ إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا بِسُوءٍ ۗ قَالَ إِنِّي أُشْهِدُ اللَّهَ وَاشْهَدُوا أَنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ [ھود:۵۴]
- وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ [الانبیاء:۷۰]

ترغیب:

کسی نیک اور اچھے کام کی طرف متوجہ کرنا اور اس پر ابھارنا تاکہ داعی اپنی ذمہ داری پوری کرنے میں شوق رکھے، کام نہ چھوڑے اور مداھنت اختیار نہ کرے: جیسے

- وَهٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ [الانعام:۹۲]
- يَا اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ [یونس:۵۷]
- يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ [البقرة:۲۰۸]
- كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۟ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۪ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ [البقرة:۲۱۳]
- وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِى الْاَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا [النساء:۱۰۰]
- وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِىْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِىْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ [المؤمن:۶۰]
- مَّنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا

[النساء:۸۰]

- قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ [ال عمران:۳۱]
- وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۠ مَّنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ [الحدید:۱۰، ۱۱]
- فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَیْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [تغابن:۱۶]
- وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىِٕفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَیْهِمْ لَعَلَّهُمْ یَحْذَرُوْنَ [التوبۃ:۱۲۲]

ربط القلب:

ربط کا معنٰی ہے باندھنا، ربط الفرس کہتے ہیں: شَدُّہٗ بالمکانِ للتَّحفیظِ گھوڑے کو حفاظت کی خاطر کسی جگہ باندھنا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ مؤمنوں کے دلوں پر پٹی باندھتا ہے تاکہ حق پر راسخ القدم ہو، استقامت اور یقین محکم پیدا ہو کر اضطراب اور گمراہی سے محفوظ ہو جائے۔

- مؤمنوں کے دل پر یہ ربط القلب بڑے بڑے نیک اعمال اور مجاہدوں کی وجہ سے آتا ہے۔

☆ اس ربط قلب کی نسبت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ جیسے:

- نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۚ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۝ وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰـهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا [الکهف:۱۴]
- وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ۭ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ [القصص:۱۰]

☆ اور کبھی اس ربط قلب کی نسبت مؤمنوں کی طرف کی جاتی ہے کہ یہ ان کے اعمال اور مجاہدوں کی وجہ سے آیا ہے۔

ربط القلب کے مراتب:

ربط القلب کے پھر مندرج ذیل چار مرتبے اور درجے ہیں۔

اول انابت اور طلب: اس کے مقابل میں ریب اور شک ہے۔

دوم ہدایت: اس کے مقابلے میں ضلالت ہے۔

سوم استقامت: اس کے مقابل جدال ومخاصمت اور ضد وعناد ہے۔

چہارم ربط القلب: اس کے مقابلے میں ختم علی القلب ہے۔

ہدایت کے یہ چاروں درجات سورۃ کہف: ۱۴،۱۳ میں ذکر ہیں۔

- نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا۔ [کہف:۱۳،۱۴]

زجر:

زجر عربی میں طرد یعنی جلک اور ڈانٹ کو کہتے ہیں اور تفسیری اصطلاح میں زجر منکرین کی ناجائز بات، حرکات اور افعال قبیحہ پر انہیں ڈانٹ وجلک کو کہتے ہیں۔

☆ شاہ ولی اللہ دھلویؒ فرماتے ہیں:

شرع اللہ الزواجر لیزجر بھا العصاۃ [تفہیمات الٰہیہ:۴۷]

یعنی اللہ تعالیٰ نے زواجر کو اس لیے مشروع کیا ہے تاکہ گناہ گاروں کو اس کے ذریعے زجر اور ڈانٹ دے۔ جیسے:

- وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَاۤءِ شُفَعَاۤؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ [یونس:۱۸]
- يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ [التوبۃ:۳۸]
- وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ [الانعام:۲۱]
- وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَاۤ اٰبَاۤءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۤءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ [الاعراف:۲۸]

- اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرَاهُ ؕ قُلْ فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِیْنَ [یونس:۳۸]
- یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِیَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ [المائدة:۵۷]
- وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِیْنَ [یٰسٓ:۴۸]

فائدہ:

زواجر کے باب میں دو اصطلاحات استعمال ہوتے ہیں: ایک زجر دوسرا توبیخ
بعض علماء لغت ان دونوں میں فرق نہیں کرتے بلکہ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ جبکہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ زجر ارتکاب منہی عنہ کے موقع پر اور توبیخ ترک مامور بہ کے موقع پر استعمال ہوتا ہے۔

اقسام:

زواجر کے پھر کئی اقسام ہیں:

(۱) کبھی زجر منقادین یعنی مؤمنین کو بھی دی جاتی ہے۔ مؤمنین کے لیے زجر در اصل للتادیب ہے۔

(۲) اور اکثر زجر غیر منقادین، مشرکین، یہود و نصاریٰ کو دی جاتی ہے۔

اُن کے افعال قبیحہ، شرک و کفر اور انکار و تکذیب پر جبکہ منافقین کو تکاسل فی اطاعۃ اللہ و الرسول، تکاسل فی الجہاد، تکاسل فی الانفاق اور عدم اخلاص پر زجر دی جاتی ہے۔

فائدہ:

قرآن میں اکثر زجر قل، قال، قالوا کے الفاظ سے دی جاتی ہے یا ان کی بات کو نقل کر کے دی جاتی ہے۔

تخویف:

تخویف باب تفعیل سے مصدر ہے جس کی معنٰی ہے خوف دلانا، ڈرانا۔ یہاں پر تخویف سے مراد منکرین کو مسئلہ نہ ماننے پر عذاب الٰہی کی گرفت میں آنے سے ڈرایا جاتا ہے کہ مسئلہ مان لو ورنہ اللہ کا عذاب آجائے گا۔ جیسے

- ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ۚ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ۔ [زمر:۱۶]
- وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا۔ [اسراء:۶۰]
- وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا۔ [اسراء:۵۹]

اقسام:

پھر تخویف دو قسم پر ہے:

(۱) تخویف دنیاوی (۲) تخویف اخروی

امام شاہ ولی اللہ دھلویؒ، تخویف دنیاوی و بشارت دنیاوی کے لیے تذکیر بایام اللہ کا اصطلاح استعمال کرتے ہیں: و ھی بیان الوقائع و الحوادث التی احدث اللہ تعالیٰ انعاما علی المطیعین و نکالا للمجرمین۔ [الفوز الکبیر:۱۹]

اور تخویف اخروی و بشارت اخروی کو تذکیر بما بعد الموت کہتے ہیں۔ (ولا مناقشۃ فی الاصطلاح)

تخویف دنیاوی:

یعنی دعویٰ اور مسئلہ نہ ماننے والوں کو دنیا کے عذاب کی گرفت سے ڈراؤ اور خوف دلانا۔ جیسے:

- فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا [مریم:۹۷]
- قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ۚ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ۗ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ

[البقرۃ:۶۱]

تخویف اخروی: نہ ماننے والوں کو آخرت کے گرفت سے ڈرانا جیسے

- وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا [مریم:۸۶]
- اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ [الاعراف:۱۵۲]
- فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ۔ [البقرۃ:۲۴]

عذابِ برزخ وقبر:

عذاب دنیاوی اور عذاب اخروی کے ساتھ ساتھ قرآن پاک میں ایک تیسری قسم عذاب، عذاب برزخ اور قبر بھی ذکر کیا جاتا ہے جس کے ذریعے تخویف دی جاتی ہے۔ قبر موت کے بعد انسانی مراحل میں سے ایک برزخی مرحلہ ہے اور آخرت کے منازل میں سے اولین منزل ہے۔ عذاب برزخ وقبر سے منکر دراصل قرآن کا منکر وکافر ہے۔

اثبات عذاب القبر من القرآن:

- حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ۔ [المؤمنون:۹۹]
- لَعَلِّيْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ ۚ كَلَّا ۚ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ۖ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ [المؤمنون:۱۰۰]
- اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۖ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ۔ [المؤمن:۴۶]
- قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۖ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ۔ [یس:۲۶]
- بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ۔ [یس:۲۷]
- وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۔ [الم سجدۃ:۲۱]

اسی طرح تقریباً ۲۰ سے زائد آیات ہیں جن سے عذاب قبر صراحۃً یا اشارۃً معلوم ہوتا ہے۔

ختم القلب:

ختم القلب، ربط القلب کی ضد ہے۔ ختم القلب کا مطلب ہے دل پر مہر لگنا۔ جب انسان گناہ و کفر سے بار بار روکنے کے باوجود باز نہیں آتا تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے اس بندے سے ہدایت و ایمان کی توفیق بطور سزا سلب کرلیتا ہے پھر توفیق نہیں ملتی جیسے:

- اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوَاهُ وَاَضَلَّـهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشَاوَةًؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۔ [الجاثیہ:۲۳]

اسبابِ ختم:

- وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَـهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِـهَا ۖ وَلَـهُـمْ اَعْيُـنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِـهَا وَلَـهُـمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِـهَاؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُـمْ اَضَلُّؕ اُولٰٓئِكَ هُـمُ الْغَافِلُوْنَ [الاعراف: ۱۷۹]
- فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيَاتِ اللهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ [النساء:۱۵۵]
- اِتَّخَذُوْا اَيْمَانَـهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللهِؕ اِنَّـهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ [المنافقون:۲]
- كَلَّا ۖ بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِـهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ [المطففین:۱۴]

حدیث میں آتا ہے:

- عَنْ ابی هریرةَ رضی الله عنه قال قال رسولُ اللهِ ﷺ اِنَّ المؤمنَ اذا اَذنبَ

ذنبًا كانتْ نُكتةً سوداَءَ فی قلبهٖ فَاِنْ تابَ و فزَعَ وَ استَعْتبَ صقَلَ قلبُهٗ و اِن زادَ زادتْ حتی تَعلُوَ قلبهٗ فذاك الرَّانِ الذی قال اللهُ تعالیٰ: "كَلَّا بَلْ رَانَ عَلیٰ قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ" [ترمذی]

- و قال ابن جریرؒ فاَخبرَ رسولُ اللهِ ﷺ: اِنّ الذنوبَ اِذَا تَتَابعَتْ علَی القلوبِ اَغْلقهَا و اِذا اغلقها اتاهَا حینئذٍ الختمُ مِن قِبَلِ اللهِ تَعَالیٰ وَ الطَّبْعُ فَلَا یَكُوْن لِلایمانِ الیهَا مَسْلَكٌ ولا للكُفْرِ عنهَا مَخْلصٌ فذاكَ هُو الخَتْمُ وَ الطَّبْعُ الذی ذكرَ فی قوله تعالیٰ: "خَتَمَ اللهُ عَلیٰ قُلُوْبِهِمْ" [تفسیر ابن كثیر]

الغرض یہ ختم، اللہ تعالیٰ ابتداءً نہیں لگاتے بلکہ یہ ان کے اعمال بد کی وجہ سے اور ان کی کسب کا نتیجہ ہوتا ہے اور ختم قلب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ خالق ہے اور انسان کاسب ہے۔ اس کا اپنا عمل اس ختم کا سبب ہے۔

مراتب اور درجات:

ختم القلب کو سمجھنے کے لیے گمراہی کے درجات سمجھنا ضروری ہے۔ ربط القلب کی طرح ختم القلب کے بھی چار مراتب اور درجے ہیں جو ربط القلب کے مراتب کے بالترتیب مقابل ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:

(۱) ریب وشک:

یہ درجہ گمراہی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ پہلے کسی شخص کے دل میں توحید اور دین حق کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں جو اسے صراط مستقیم اور راہ ہدایت سے بھٹکاتے ہیں۔

(۲) ضلالت (گمراہی):

توحید اور دین حق سے متعلق شکوک وشبہات کا اِزالہ نہ کیا جائے اور وہ کسی کے دل

میں جاگزیں ہو جائیں تو آدمی ضلالت و گمراہی میں جاگرتا ہے اور راہ حق کو چھوڑ کر باطل کی راہ اختیار کرلیتا ہے۔

(۳) جدال:

ضلالت کے بعد جدال کا درجہ ہے۔ گمراہی میں مبتلا ہونے کے بعد گمراہ شخص اپنے نظریات اور غلط عقائد کو حق اور صحیح ثابت کرنے کے لیے اہل حق سے جھگڑا اور مجادلہ و منازعہ کرتا ہے اور ضد و عناد کی وجہ سے ہر حق بات کو رد کر دیتا ہے۔

(۴) ختم القلب (مہر جباریت / طبع علی القلب):

گمراہی کے بعد جب آدمی حق کے مقابلے میں جھگڑا اور جدال شروع کرتا ہے اور نقلی و عقلی دلائل سے حق کے واضح اور ثابت ہو جانے پر بھی حق کو نہیں مانتا اور اپنی ضد و عناد پر ڈٹا رہتا ہے تو اب اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے۔ یعنی اس کے دل میں جو کفر و نفاق اور شرک ہے وہ دل سے باہر نہیں نکل سکتا اور جو چیز اس کے دل سے باہر ہے یعنی ایمان و یقین اور توحید و اخلاص، وہ اس کے دل میں داخل نہیں ہو سکتی۔ جب کوئی شخص گمراہی کے اس درجہ میں پہنچ جاتا ہے تو اس کا راہِ راست پر آنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اس درجہ میں اُس سے ہدایت کی توفیق سلب کرلی جاتی ہے۔

❖ قرآن مجید میں یہ چاروں درجے کہیں جدا جدا اور کہیں دو دو یا اس سے زیادہ مذکور ہیں، جب کہ سورۃ حم المومن میں دو آیتوں کے اندر چاروں درجے ایک ساتھ ذکر ہیں:

• وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ حَتّٰٓى إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ۔ إِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰهُمْ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ۔ [سورۃ حم: ۳۴-۳۵]

❖ یہاں كَذٰلِكَ میں دونوں جگہ کاف تعلیلیہ ہے جو بمعنی لام ہے۔ اس میں گمراہی کے

چاروں درجات بالتدریج مذکور ہیں۔ پہلے وہ لوگ سیدنا یوسفؑ کے لائے ہوئے دلائل توحید و نبوت کے بارے میں ریب و شک میں پڑے رہے، اس وجہ سے گمراہ ہوئے اور راہِ ہدایت اور جادۂ توحید سے بھٹک گئے، اس کے بعد انہوں نے ضد و عناد سے جھگڑا اور مجادلہ شروع کر دیا اور توحید اور دین حق سے دور بھاگنے لگے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر جباریت لگا دی۔

- شیخ المشائخ مولانا حسین علی الوانیؒ اس ختم القلب کو مہر جباریت سے تعبیر کرتے تھے۔

قال الرومیؒ: ایں نہ جبر و معنیٔ جباریست ۔۔۔ معنیٔ جباریت را، زاریست

ختم القلب کے دیگر تعبیرات:

ختم القلب کو قرآن پاک نے دیگر مختلف تعبیرات سے بھی نقل کیا ہے:

❖ کبھی ختم القلب سے تعبیر انکار کے الفاظ سے: جیسے

- اِلٰـهُكُمۡ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ‌ ۚ فَالَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ قُلُوۡبُهُمۡ مُّنۡكِرَةٌ وَّهُمۡ مُّسۡتَكۡبِرُوۡنَ [النحل:۲۲]

❖ کبھی تعبیر ہوتی ہے حمیت کے الفاظ سے۔ جیسے

- اِذۡ جَعَلَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الۡجَاهِلِيَّةِ فَاَنۡزَلَ اللّٰهُ سَكِيۡنَتَهٗ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ وَعَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَاَلۡزَمَهُمۡ كَلِمَةَ التَّقۡوٰى وَكَانُوۡۤا اَحَقَّ بِهَا وَاَهۡلَهَا‌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا۔ [الفتح:۲۶]

❖ کبھی دل کی تنگی اور ضیق صدر کے الفاظ سے جیسے:

- فَمَنۡ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنۡ يَّهۡدِيَهٗ يَشۡرَحۡ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ‌ ۚ وَمَنۡ يُّرِدۡ اَنۡ يُّضِلَّهٗ يَجۡعَلۡ صَدۡرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ‌ ؕ كَذٰلِكَ يَجۡعَلُ اللّٰهُ الرِّجۡسَ عَلَى الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ۔ [الانعام:۱۲۵]

❖ کبھی قسوۃ قلبی سے تعبیر کرتے ہیں جیسے:

- اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ [الزمر:۲۲]

❖ کبھی زنگ (ران) سے تعبیر کرتے ہیں جیسے:

- كَلَّا ۖ بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ [مطففین:۱۴]

❖ کبھی بلفظ حجاب ذکر کیا جاتا ہے جیسے:

- وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا [الاسراء:۴۵]

❖ کبھی اکنۃ سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسے

- وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ۔ [حم سجدہ:۵]

❖ کبھی اقفال کا ذکر ہوتا ہے جیسے:

- اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۔ [محمد:۲۴]

❖ کبھی اس سے تعبیر طبع کے الفاظ سے ہوتا ہے جیسے

- رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ [التوبۃ:۸۷]

❖ اور کبھی ختم القلب کے الفاظ سے تعبیر ہوتا ہے۔ جیسے

- خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ [البقرۃ:۷]

غیر منقادین کی اقسام

پھر غیر منقادین کی چھ قسمیں ہیں:

(۱) یہود (۲) نصاریٰ (۳) صابئین (۴) مجوس (۵) منافقین (۶) مشرکین

ان تمام فرق باطلہ کی سورۃ حج:۱۷ میں ایک ہی جگہ پر تردید کی گئی ہے۔

- اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕیْنَ وَالنَّصٰرٰی وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ۔ [حج:۱۷]

یہود

مذاہب کی تاریخ میں یہودیت ایک تاریخی مذہب ہے جس کی نسبت موسیٰ علیہ السلام کی طرف کی جاتی ہے۔ یہ ابراہیمی مذہب میں ایک اہم مذہب ہے جس کے پیروکار بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔ ۲۰۰۶ء تک ان کی تعداد ۱۴ ملین تھی۔ اس وقت یہودی اکثریت والا ملک اسرائیل ہے جہاں ان کی غاصبانہ حکومت ہے۔ قرآن پاک میں بھی انہیں یہود اور بنی اسرائیل کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل کا معنی ہے یعقوب علیہ السلام کی اولاد۔

مقدس کتاب:

یہودیوں کی مقدس کتابیں ہیں: (۱) عہد نامہ قدیم (عتیق) (۲) تالمود

عہد نامہ عتیق (تورات) موجودہ بائبل کا ایک حصہ ہے۔

یہودیت کی اصطلاح میں یہ عہد نامہ عتیق پانچ کتابیں ہیں: پیدائش، خروج، احبار، اعداد اور استثناء اس کو قانون موسوی بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے عقیدے کے مطابق یہ سیدنا موسیٰؑ کو کوہِ طور سیناء پر اللہ کی طرف سے ملیں ہیں۔ یہ مقدس کتابیں کئی بار حملہ آوروں کی وجہ سے ضائع ہوئی تھیں۔ ان کے خیال کے مطابق حضرت عزیر علیہ السلام نے از سرِ نو مرتب کیے۔ انہوں نے تورات کو کس زبان میں مرتب کیا تاریخ میں اس کی کوئی صراحت نہیں ہے۔

(۱) کتاب پیدائش:

تورات کے اس حصے میں تخلیق کائنات، تخلیق آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام کی نبوت اور سیلاب، ابراہیمؑ، دیگر انبیاءؑ اور یوسف علیہ السلام کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔

(۲) کتاب خروج:

موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا مصر سے خروج کے واقعات

(۳) کتاب الاحبار:

یہ یعقوب علیہ السلام کے بیٹے لاوی کی طرف منسوب کتاب ہے، جو کہ مذہبی فرائض اور تعلیم و تدریس کے ذمہ دار تھے۔ اس حصے میں زیادہ تر فقہی احکام، مذہبی رسوم، حلال و حرام بیان کیے گئے ہیں۔

(۴) کتاب الاعداد:

اس میں بنی اسرائیل کا شجرۂ نسب، مردم شماری، ان کے مختلف شاخوں کی تقسیم اور ہر قبیلے کے افراد کی تعداد مذکور ہے۔

(۵) کتاب الاستثناء:

یہ دوسری اور تیسری کتاب کے قوانین کا خلاصہ اور مزید تشریحات ہیں۔ اس میں موسیٰ علیہ السلام کے خطبات اور موسیٰ علیہ السلام کی وفات اور بعد کے کچھ واقعات بھی ملتے ہیں۔

تلمود یا تالمود:

یہ بھی یہودیوں کی مقدس کتاب سمجھی جاتی ہے۔ یہ ان کی شریعت کا دوسرا اہم ترین ماخذ ہے جس میں بقول یہود ہارون علیہ السلام اور ان کی اولاد کے اقوال و احوال موجود ہیں۔ گویا کہ اس کی حیثیت ہمارے ہاں حدیث کی کتب کے ہیں۔

یہود کے عقائد:

1) اللہ کی واحدانیت یعنی اللہ کو ایک ماننا، اور ساتھ عزیر علیہ السلام اور دیگر انبیاء کو اللہ کے ساتھ شریک کرنا۔

2) بنی اسرائیل کی دیگر اقوام پر فضیلت کا دعویٰ۔

3) تورات کو ناقابل تغییر و ناقابل تنسیخ سمجھنا۔

4) مستقبل میں آنے والے نجات دہندہ مسیح (دجال) پر ایمان۔

قرآن اور یہود:

قرآن پاک ان یہود سے بھی خطاب اور مخاصمہ کرتا ہے۔ ان کے اوصاف قبیحہ، خباثت اور اخلاق رذیلہ کا تذکرہ کرتا ہے۔ قرآن، ان کا مسلمانوں، اسلام اور پیغمبر اسلام کے ساتھ حسد، بغض اور دشمنی کا تذکرہ بھی کرتا ہے اور ان کے مکر و فریب اور چالاکی بھی بیان کرتا ہے اور ساتھ مسلمانوں کو ان سے تحذیر دلا کر منع بھی کرتا ہے:

- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ـ [المائدۃ:۵۱]

- وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۗ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ـ [البقرۃ:۱۲۰]

اقسام یہود:

قرآن پاک میں یہود کی دو قسم بیان ہوئے ہیں:

(۱) وہ یہود جو کچھ نہ کچھ علم میں رسوخ رکھتے تھے اور بڑے بڑے مولوی لوگ (احبار) تھے لیکن گمراہ ہوئے تھے۔ قرآن پاک ان کو اوتوالکتاب کے نام سے یاد کرتا ہے۔

(۲) وہ یہود جو چھوٹے چھوٹے مولوی تھے اور کچھ معمولی علم اور معلومات رکھتے تھے جن

کو قرآن اوتوا نصیبا من الکتاب کے الفاظ سے یاد کرتا ہے۔

یہود کی قباحتیں اور اسباب ضلالت:

یہود کی قباحتوں میں سے بڑے بڑے قبائح تحریف، کتمان حق، مداہنت اور ترک عمل ہے۔ انہوں نے اپنے مذہب کو کاروبار کا ذریعہ بنایا تھا، آسمانی کتاب تورات پر اپنے اجتہادات اور خیالات کو فوقیت دیتے تھے۔ تورات کے احکام میں اغراض نفسانی کی تکمیل کے لیے تحریف کرتے تھے، سود، لالچ، حسد جیسی عادات ان میں عام تھیں، ان کے نزدیک دین صرف ظواہر پرستی تھا اور قانون الٰہی کے مسخ کرنے لیے وہ ہر موقع پر تیار رہتے تھے۔ کئی فرقوں میں بٹ چکے تھے۔ قرآن پاک نے جابجا ان کے قبائح کا تذکرہ کر کے رد کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ دھلویؒ یہود کے بارے میں فرماتے ہیں:

لقد کان الیہود یؤمنون بالتوراۃ و کان ضلالھم التحریف فی احکام التوراۃ سواء کان تحریفا لفظیا او تحریفا معنویا، و کتمان آیات التوراۃ و الحاق مالیس منھا بھا و التقصیرفی تنفیذ احکامھا و العصبیۃ الشدیدۃ لدیانتھم و استنکار رسالۃ سیدنا محمد ﷺ و سؤ الادب مع رسول اللہ ﷺ بل مع الرب تبارک و تعالیٰ و البخل و الحرص و امثالھا من الرذایل الخلقیۃ۔ [الفوز الکبیر:۲۹]

اور امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اس امت اور یہود کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے فرماتے ہیں:

فانک اذا اردت ان تری انموذج الیہود فی ھذہ الامۃ فانظر الی علماء السوء طلاب الدنیا المولعین بتقلید آباءھم المعرضین عن کتاب اللہ و سنۃ رسولہ الذین یستندون الی تعمقات العلماء و تشدیداتھم و استنباطاتھم التی لا اصل لھا فی الکتاب و السنۃ تارکین کلام الشارع المعصوم ﷺ یتبعون الاحادیث الموضوعۃ ویجرون وراء التاویلات الفاسدۃ۔ [الفوز الکبیر:۳۴]

علماء سوء اور جاہل عوام کی کثیر تعداد ان اوصاف میں یہود کی پیروی کرتے ہیں۔ حدیث میں اس طرف اشارہ ملتا ہے۔

لتبعن سنن من کان قبلکم شبرا بشبر و ذراعا بذراع [صحیح البخاری:۸/۱۵۱]

نصاریٰ (عیسائی)

سیدنا عیسیٰؑ کے پیروکار اور انجیل والے، سیدنا عیسیٰؑ کو حاجت روا اور اللہ کا نائب اور لاڈلا سمجھنے والے۔

نصاریٰ یعنی عیسائیت:

عیسائیت بھی ابرہیمی مذاہب کی ایک شاخ ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہیں، اس کے ماننے والے عیسائی اور مسیحی کہلاتے ہیں۔ یہ مذہب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش، ان کی زندگی اور ان کی طرف منسوب تعلیمات اور صفات کے متعلق ہے۔ موجودہ دور میں عیسائیت سیاسی و معاشی طور پر سب سے زیادہ مستحکم مذہب نظر آتا ہے۔ دنیا کی تیس فیصد آبادی اس مذہب سے تعلق رکھتی ہے۔ اس اعتبار سے یہ مذہب بلحاظ آبادی اور افرادی قوت دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے۔

مقدس کتاب:

عیسائیت کی مقدس کتاب بائبل ہے جو دو حصوں پر منقسم ہے۔

عہد نامہ عتیق (قدیم) یعنی تورات اور عہد نامہ جدید یعنی انجیل اس کا پہلا حصہ یہود اور نصاریٰ کے درمیان مشترک ہے اور دوسرا حصہ صرف عیسائیوں کے ہاں قابل اعتماد ہے۔

اس عہد نامہ جدید میں چار اناجیل ہیں:

(۱) انجیل متی (۲) انجیل مرقس (۳) انجیل لوقا (۴) انجیل یوحنا

عیسائی عقائد:

(۱) تثلیث:

عیسائی خدا کے تصور کے بارے میں تثلیث کے قائل ہیں۔ تثلیث کے متعلق ان کے ہاں ایک مشہور فلسفہ ہے کہ تین ایک ہیں، ایک تین ہیں۔ خدا تین آقانیم سے مرکب ہے، باپ بیٹا اور روح القدس۔ اس عقیدے کی تشریح و توضیح میں عیسائی علماء کا

اپنے درمیان اختلاف ہے۔اس کی کوئی واضح اور آسان تشریح معلوم نہیں ہو سکتی۔

✵ عام عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق باپ، بیٹے اور روح القدس کے مجموعے کا نام خدا ہے۔

(۲)صلیب:

عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا کر پھانسی دے دی گئی۔اس وجہ سے عیسائیت میں صلیب کی نشان انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

(۳)حیات ثانیہ:

یہ عقیدہ مصلوبیت کی ہی ایک کڑی ہے کہ حضرت عیسیٰ ان کے خیال کے مطابق مصلوب ہونے کے بعد دفن کیے گئے تو تین دن بعد پھر زندہ ہوگئے اور حواریوں کی کچھ ہدایات دینے کے بعد آسمان پر لوٹ گئے اور ایک خاص وقت پر دوبارہ تشریف لائیں گے۔

(۴) کفارہ:

ان کے عقیدے کے مطابق حضرت آدم اور حوا علیہما السلام نے شجر ممنوعہ کا پھل کھا کر جو گناہ کیا اس کی وجہ سے ہر اولاد آدم (انسان) اس گناہ کا بوجھ لے کر پیدا ہوتا ہے۔ یسوع مسیح علیہ السلام نے صلیب پر جان کی قربانی دے کر تمام بنی آدم کو اس گناہ کے بوجھ سے نجات دے دی۔ گویا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے انسانیت کے تمام گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا۔

(۵)رہبانیت:

عیسائیوں کی رہبانیت، ترک دنیا، کا مقصد یہ ہے کہ انسانی جسم شر کا منبع اور روح پاک و مقدّس ہے لہذا انسان اپنی جسمانی ضروریات اور خواہشات کو زیادہ سے زیادہ کچل کر روحانیت کے اعلیٰ مراتب طے کر سکتا ہے۔

(۶)بپتسمہ:

یہ ایک مخصوص قسم کا غسل ہے جو عیسائیت میں داخل ہونے کے لیے کیا جاتا ہے۔

ان کے خیال کے مطابق بپتسمہ سے انسان کو یسوع کے واسطے سے ایک نئی زندگی پاتا ہے اور گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

عیسائی فرقے:

دور قدیم یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تاریخ میں ان میں کئی فرقے بن گئے تھے جس میں مشہور تین فرقے تھے:

- ❖ **یعقوبیہ:** ان کے خیال کے مطابق اللہ تعالیٰ بصورت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں آئے تھے۔
- ❖ **ملکانیہ:** ان کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ ابن اللہ تھے۔
- ❖ **نسطوریہ:** یہ لوگ کہتے ہیں کہ ثالث ثلاثہ تھے۔

پھر ان میں مزید فرقے بن گئے۔ البتہ دور حاضر میں عیسائیوں کے مشہور بڑے فرقے بھی تین ہیں:

(۱) رومن کیتھولک:

یہ فرقہ دینی معاملات میں پاپائے روم کی اطاعت قبول کرتا ہے۔ ان کے بڑے رہنما کو پوپ کہا جاتا ہے۔ پوپ اٹلی میں ایک چھوٹی سی خود مختار ریاست ویٹی کن سٹی میں رہتا ہے۔ ان کے نزدیک خنزیر کی چربی راہبوں کے لیے حلال ہے۔ ان کے عقیدے کے مطابق روح القدس ایک ہی وقت میں باپ (خدا) اور بیٹے (یسوع) سے پیدا ہوا۔

(۲) ایسٹرن آرتھوڈکس:

ان کا عقیدہ ہے کہ روح القدس صرف باپ سے پیدا ہوا بیٹے سے نہیں اور ان کے ہاں معبود باپ، معبود بیٹے سے افضل ہے۔

(۳) پروٹسنٹ:

یہ فرقہ در اصل اپنے آپ کو مسیحیت کا مصلح اور متجدد کہتے ہیں۔ یہ لوگ پاپائیت اور خدا اور انسان کے درمیان کسی بھی واسطے کے خلاف ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ گرجا کو

انسان بخشنے کا کوئی حق حاصل نہیں اور نہ ہی انسان کو راہب بننا چاہیے۔ اسی طرح پروٹسنٹ بائبل کے بعض کتابوں کو جعلی قرار دیتے ہیں۔

قرآن اور نصاریٰ:

قرآن پاک یہود کی طرح نصاریٰ سے بھی خطاب اور مخاطبہ کرتا ہے۔ قرآن ان کے غلط عقائد اور نظریات رد کرتا ہے۔ نصاریٰ بھی یہود کی طرح شرک میں مبتلاء اور اتخاذ الولد کے قائل ہیں جیسے

- وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِــــُٔـوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ڽ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ [التوبۃ:۳۰]

اللہ کی کتاب میں تحریف کرتے، کتمان حق اور ترکِ عمل ان مین بھی تھا۔ اپنی طرف سے تحلیل اور تحریم بناتے تھے۔ اپنے احبار و رہبان کو ارباب اور شرع کے اختیار مند مانتے تھے اور دین میں غلو کے مرتکب تھے۔ ان کے اکثر لوگ امی اور بے علم جاہل ہیں۔ جیسے قرآن میں اہل کتاب کے بارے میں آیا ہے کہ

- وَ مِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتَابَ [البقرۃ:۷۸]

❖ شاہ ولی اللہ دھلویؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

- لقد کان النصاریٰ یؤمنون بسیدنا عیسیٰ علیه السلام و لکن ضلالهم کان فی تقسیمهم الرب تبارك و تعالیٰ الی ثلاثة اجزاء تتغایر من بعض الوجوه و تتخذ من بعض اخر و کانوا یسمونها الاقالیم الثلاثة: احدها الاب الذی یحتل مکانة (مبدء العالم) و الثانی: الابن و هو بمعنی (الصادر الاول) الکلی العام الشامل لجمیع الموجودات والثالث: اقنوم روح القدس و هو یعنی (العقول المجردة)

[الفوز الکبیر:۳۴]

❖ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

- من افسد من علماءنا ففیه شبه من الیهود و من افسد من عبادنا ففیه شبه من

النصاریٰ۔ [اقتضاء الصراط المستقیم:۵]

صابئین

صابئین جمع ہے صابی کا۔ یہ لغت کے اعتبار سے صَبَأَ نَابُ الْبَعِیْرُ سے ہے جس کا معنیٰ ہے "اونٹ کی کچلی نکل آئی یعنی نکلنا" اور یا صَبَا یَصْبُوْ سے جس کا معنیٰ ہے مائل ہونا۔

عرف میں صابی کہتے ہیں:

من خرج او مال عن دین الی دین اٰخر

"جو شخص ایک دین سے دوسرے دین کی طرف نکل جائے یا ایک دین سے دوسرے دین کی طرف مائل ہو جائے۔" [قرطبی و مفردات]

✵ اصطلاح قرآن میں صابئین ایک ایسی مذہبی جماعت اور گروہ ہے جو نہ یہود ہے، نہ نصاریٰ اور نہ مؤمنین البتہ اُس وقت عرب کے شمال و مشرق میں شام و عراق کی سرحد پر آباد تھے۔ لیکن ان کی حقیقت اور عقائد و نظریات کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں:

1) یہ لوگ ابتداءً حق دین کے پیروکار تھے بعد میں ان کے اندر ملائک پرستی اور ستارہ پرستی آگئی یا کسی بھی دین کے پیروکار نہ رہے۔ اس لیے لامذہب لوگوں کو صابی کہا گیا اور گالی بن گئی۔ چنانچہ مشرکین مکہ اسلام لانے والوں کو بھی اسی معنیٰ میں صابی کہتے تھے کہ وہ اپنے دین کو چھوڑ کر بے دین اور لامذہب ہو گئے ہیں۔

یہ ابراہیم علیہ السلام کی قوم تھی جو ستاروں اور سورج کی عبادت کرتے تھے جنہوں نے اپنے معبودوں کی حمایت میں سیدنا ابرہیم کو آگ میں ڈال دیا تھا۔

2) جبکہ روم کے صابئین سات سیاروں اور ہند کے صابئین ثوابت (ستاروں) کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ہند کے صابئین نے پھر ہر ستارے کے نام الگ الگ بت بنا لیے جس کو وہ ہیکل کہتے تھے۔ الغرض مجاہد، عطاء، سعید بن جبیر اور حسن بصری رحمہم اللہ کے قول کے مطابق یہ ایک بے دین لامذہب قوم ہے۔

3) قتادہؒ اور کلبیؒ کے قول کے مطابق یہ یہود اور نصاریٰ کے درمیان ایک قوم تھی، سر کے بالوں کو درمیان سے منڈواتے تھے، ان کا قبلہ "مھب الجنوب" قطب ستارہ تھا یعنی قطب شمالی کی طرف عبادت کرتے تھے۔

4) ابن ابی حاتمؒ، ابو الزنادؒ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ قوم عراق کے گاؤں کوثیٰ میں رہتے تھے، انبیاء کو مانتے تھے، تیس روزے رکھتے اور یمن کی طرف منہ کرکے پانچ نماز پڑھتے تھے۔

5) امام قرطبیؒ کہتے ہیں کہ یہ لوگ لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے لیکن ساتھ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ستارے اپنی تاثیر رکھتے ہیں اور یہ کہ اس عالم کی تدبیر ستارے کرتے ہیں۔

6) ابو العالیہؒ اور ربیع بن یونسؒ سے نقل ہے کہ یہ لوگ دراصل اہل کتاب ہیں۔ اپنے آپ کو نصاریٰ یحیٰ کہتے تھے گویا سیدنا یحییٰؑ کے امتی تھے اور زبور پڑھتے تھے۔ ابن جریر سدی سے روایت کرتے ہیں کہ ھم طائفة من اھل الکتاب اور ابن کثیر ابی العالیہ، ربیع، ضحاک، سدی اور اسحاق بن راھویہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ فرقة من اھل الکتاب۔ سیدنا عمر فاروقؓ، اور ابن عباسؓ نے بھی ان کا شمار اہل کتاب میں کیا ہے۔

- قال عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ و ابن عباس رضی اللہ عنہما ھم قوم من اھل الکتاب و قال عمر تحل ذبائحھم مثل ذبائح اھل الکتاب۔ [معالم التنزیل]

چونکہ امام ابو حنیفہؒ عراق کے تھے اور صابئین سے براہ راست واقفیت کا موقع رکھتے تھے لہٰذا ان کا فتویٰ بھی یہ ہے کہ ان کے ہاتھوں کا ذبیحہ حلال اور ان کے عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ قال ابو حنیفة رحمه الله لا بأس بذبائحھم و نکاح نساءھم۔ [قرطبی]

الحاصل:

ان تمام اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ ان صابئین کا کوئی خاص دین نہیں تھا البتہ نزول

قرآن کے وقت شام اور عراق کے حدود میں رہتے تھے۔ اپنے خیال کے مطابق توحید اور رسالت کا عقیدہ رکھتے تھے۔ اپنے آپ کو انصارِ یحیٰؑ کہتے تھے اور زبور پڑھتے تھے۔ اگرچہ زبور صرف وعظ و نصیحت اور فضائل کی کتاب تھی، احکام اس میں نہیں تھے، لہذا یہ لوگ کوئی خاص احکام کے پابند نہیں تھے۔ گویا یہ لوگ بھی یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب اور نبی کے دعویدار تھے حالانکہ ان میں حقیقی ایمان نہیں تھا اس لیے قرآن نے ان کا یہ دعویٰ رد کیا اور کہا کہ صرف نام اور نسبت سے نجات حاصل نہیں ہوتی۔ جیسے

- اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِـِٕیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

[البقرۃ:۶۳]

سورۃ البقرۃ کے علاوہ صابئین کا ذکر دو اور مقامات پر بھی ہوا ہے۔

[سورۃ المائدۃ:۶۹، سورۃ الحج:۱۷]

مجوس

مجوس جمع ہے مجوسی کا، مجوس سے مراد آتش پرست یعنی آگ کی پوجا کرنے والے ہیں۔ یہ لوگ زردشت کے پیروکار ہیں۔ آج کل اس کے پیرو کو پارسی کہلاتا ہیں جو ہندوستان، پاکستان، افریقا اور یورپ میں بہت قلیل مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ عرب انہیں مجوس کہتے تھے، قرآن اور حدیث میں بھی انہیں مجوس کہا ہے۔ ان کا تذکرہ قرآن میں ایک بار سورۃ الحج:۱۷ میں آیا ہے اور حدیث میں بھی اسی طرح آیا ہے کہ

کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ [الحدیث]

مجوس ثنویت کے قائل ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ کائنات میں دو طاقتیں یعنی دو خدا ہیں۔ ایک خالق خیر جس کو یزدان کہتے ہیں اور دوسرا خالق شر جس کو اہر من کہتے ہیں۔

ان کے عقیدے کے مطابق یزدان جو خالق اعلیٰ اور روحِ حق و صداقت ہے، اسے نیک روحوں کی امداد و اعانت حاصل ہے۔ اہر من جو بدی، جھوٹ اور تباہی کی طاقت ہے اس کی مدد بد روحیں کرتی ہیں۔ ان دونوں طاقتوں اور خداوؤں کی ازل سے کشمکش چلی آرہی ہے اور ابد تک جاری رہے گی۔

جب یزدان کا پلہ بھاری ہو جاتا ہے تو دنیا امن و سکون اور خوشحالی کا گھوارہ بن جاتی ہے اور جب اہر من غالب آجاتا ہے تو فسق و فجور، گناہ اور عصیان۔ اس کے نتیجے میں دنیا آفات ارضی و سماوی کا شکار ہو جاتی ہے۔ پارسیوں کے اعتقاد کے مطابق بالآخر نیکی کے خدا یزدان کی فتح ہو گی اور دنیا سے برائیوں اور مصیبتوں کا خاتمہ ہو گا۔

یہ لوگ یزدان کے لیے آگ بطور علامت استعمال کرتے ہیں، آگ کی عبادت کرتے ہیں اور اس سے دعا مانگتے ہیں اور کہتے ہیں "میں پیش کرتا ہوں یہ عبادت، یہ قربانی، یہ اچھی پیشکش، یہ رحمتوں بھری پیشکش تمہارے سامنے اے آگ، اے ابو ہور مزدا کے بیٹے، ہماری دعا ہے کہ تمہیں ہمیشہ درست لکڑی ملے۔ ہمیشہ تمہیں خوب خوشبو ملے، تمہیں درست کھانا ملے، تمہیں ہمیشہ درست ایندھن ملے۔ تم ہمیشہ اس گھر میں جلتی رہو،

تم ہمیشہ اس گھر میں بڑھتی رہو، ایک لمبے عرصے تک، اس دنیا کی طاقتور بحالی تک، مجھے بخشے اے آگ، ابوھورمزدا کے بیٹے، گو کہ میں اس قابل نہیں ہوں۔

[از پارسی ویب سائٹ]

الغرض پارسیوں کے معبودوں، آتش کدوں میں ہر وقت آگ روشن رہتی ہے۔ اسی وجہ سے ان کو آتش پرست کہتے ہیں۔ زردشتی مذہب کے تین بنیادی اصول ہیں: گفتار نیک، پندار نیک، کردار نیک۔

عقائد ورسوم:

(۱) مجوسیوں (پارسیوں) کی مذہبی کتاب "اوستا" ہے۔ مذہبی رسوم میں اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔

(۲) ان کے عقیدے کے مطابق دو خالق ہیں: یزدان اور اہرمن۔

(۳) صندل کی لکڑی سے آگ جلا کر عبادت کی جاتی ہے۔

منافقین

منافقین:

ایک اور گروہ اور فریق جس سے قرآن خطاب اور مخاطبہ کرتا ہے وہ ہے منافقین۔ منافقین اس امت میں پیدا ہوئے، جو اسلام کو حتی المقدور نقصان پہنچانے کے درپے تھے۔ اتنا نقصان شاید کافروں نے بھی نہیں پہنچایا جو منافقین نے اسلام اور پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کو پہنچایا۔

منافق کو منافق اس لیے کہتے ہیں کہ یہ ظاہر میں ایک طرح ہوتا ہے اور حقیقت میں دوسری طرح۔ جو دل سے تو اسلام کو قبول نہ کرتا ہو اور کسی وجہ سے اپنے آپ کو مؤمن و مسلمان ظاہر کرتا ہو۔

منافقین کے اقسام:

منافقین دو قسم پر ہیں: (۱) اعتقادی منافق (۲) عملی منافق

اعتقادی منافق:

جو بظاہر زبان سے اسلام و ایمان کا اقرار کرتا ہو اور دل میں انکار و کفر ہوں۔ یہ نفاق، ایمان اور عقیدے کا نفاق ہے جو کفر کی بدترین قسم ہے۔ پھر اس اعتقادی نفاق کی دو صورتیں ہیں۔

- جس کے دل میں شک ہو، حق اور باطل میں فرق نہیں کر سکتا، دونوں گروہ (کفر و اسلام) اسے اچھے نظر آتے ہوں۔ ایسے منافق مکہ میں بھی موجود تھے جیسے
- وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ؕ [المدثر:۳۱]
- جس کے دل میں انکار اور کفر ہو لیکن ظاہراً زبان سے اقرار کرتا ہے اور بسا اوقات مسلمانوں کے بعض اعمال میں صرف ریا کے لیے شامل بھی ہوتے ہیں۔
- ایسے منافق اسلام کے غلبے کے وقت صرف خوف یا حرص کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں

اور یہ لوگ مدینے اور آس پاس میں رہتے تھے۔ یہ دونوں قسم اعتقادی منافق ہیں۔

منافق عملی

جن کے دل میں تو ایمان ہے اور زبان سے اقرار بھی لیکن ان گناہوں میں مبتلاء ہوتے ہیں۔ جس میں دھوکہ اور فریب کا معنیٰ پایا جاتا ہے جس کو حدیث میں علامات نفاق کہا جاتا ہے۔ یہ عملی نفاق ہے۔ در اصل یہ آدمی مؤمن فاسق کے حکم میں ہے۔ یہ عقیدے کا نہیں بلکہ سیرت و کردار کا نفاق ہے۔

اگر کسی میں بد قسمتی سے ان علامات میں سے کوئی علامت موجود ہو تو سمجھا جائے گا کہ اس میں منافقانہ عادت ہے اور اگر منافقوں والی ساری عادتیں جمع ہوں تو پھر یہ شخص اپنی سیرت میں پورا منافق ہے۔

ایک مسلمان کے لیے جس طرح کفر و شرک اور اعتقادی نفاق سے بچنا ضروری ہے، اسی طرح ضروری ہے کہ منافقانہ سیرت اور منافقانہ اعمال و اخلاق کی گندگی سے بھی اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔

امام شاہ ولی اللہ دھلویؒ فرماتے ہیں:

- المنافقون صنفان فکانت طائفة منهم تشهد بلسانهم بلا اله الا الله محمد رسول الله ﷺ و لکن قلوبها کانت مطمئنة الی الکفر و الجحود و کانت تتظاهر باسلامها للمصالح و هؤلاء هم الذین قال الله فیهم: اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا۔ [النساء:۱۴۵]
- وکانت الطائفة الاخریٰ ممن دخلوا فی الاسلام مع ضعف فیه و قلة ایمان به فهم مثلاً یجرون علی عادات قومهم و یدورون مع مصالحتهم فان اسلم قومهم اسلموا و ان کفر قومهم کفروا، و کان الانسیاق وراء اللذات الدنیویة قد ملك قلوبهم بحیث لم یذر مکانا لحب الله تعالیٰ و رسوله، و استولیٰ علیهم الحرص وحب المال و الحسد و الضغینة و ما الی ذلك من رذایل الاخلاق و العادات بحیث لم تعد فی

قلوبهم بشاشة الایمان وحلاوة الدعاء و الابتهال و برکات العبادات او انغمسوا فی شئون دنیاهم الی حد أن لم تکن لدیهم فرصة لترقب الاخرة، و التفکیر فیها۔

[الفوز الکبیر:۳۷،۳۸]

اعتقادی منافقین کے بعض اوصاف:

☆ زبانی دعوے:

- اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ [المنافقون:۱]

☆ عدم فقاہت:

- ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ [المنافقون:۳]
- فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ [المنافقون:۳]

☆ ظاہر کی آرائش:

- وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ [المنافقون:۴]

☆ بزدلی اور ہر وقت خوف کا طاری ہونا:

- يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۘ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ [المنافقون:۴]

☆ استکبار اور ضد:

- وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ [المنافقون:۵]

☆ عدم انفاق وحسد مع المومنین:

- هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ [المنافقون:۷]

☆ اصرار علی النفاق:

- وَمِمَّنۡ حَوۡلَكُمۡ مِّنَ الۡاَعۡرَابِ مُنٰفِقُوۡنَ ۛؕ وَمِنۡ اَهۡلِ الۡمَدِيۡنَةِ ۛؔ مَرَدُوۡا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعۡلَمُهُمۡ ؕ نَحۡنُ نَعۡلَمُهُمۡ ؕ سَنُعَذِّبُهُمۡ مَّرَّتَيۡنِ ثُمَّ يُرَدُّوۡنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيۡمٍ

[التوبۃ:۱۰۱]

عملی منافقین کی علامات:

1) اپنی قوم کی عادات و رسومات کے تابع ہوتے ہیں اور اُن کی موافقت کرتے ہیں۔
2) دل میں دنیا کی لذات کی محبت غالب اور دین کی محبت نہ ہو۔
3) دل میں مال کی حرص اور اللہ و رسول اور نیک لوگوں کے ساتھ حسد ہو۔
4) دنیا اور معاش میں مصروف اور دین و آخرت کے لیے وقت نہ ہو۔
5) دین کے بارے میں دل میں بیہودہ وساوس اور شبھے آتے ہوں۔
6) دین کے مقابلے میں اپنے قبیلے اور قوم کی محبت غالب ہو یعنی قوم پرست ہو۔

مشرکین

جن فرق باطلہ سے قرآن خطاب اور مخاطبہ کرتا ہے ان میں سے ایک اہم فریق مشرکین ہیں۔ قرآن پاک ان کے غلط عقائد و نظریات، شرکیات، توہمات اور باطل اعمال کی تردید کرتا ہے۔

مشرکین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اسماء و افعال میں شرک کرتے ہوئے مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔

عقائد المشرکین:

مشرکین موحدین کے ساتھ بعض عقائد و نظریات میں موافق ہیں۔

وہ اللہ تعالیٰ کو خالق، مالک، مدبر، رازق سمجھتے ہیں۔ جیسے

- اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٦٢﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ [عنکبوت:٦١ تا ٦٣]
- سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿٨٦﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٨٧﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٨﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ

[مومنون:٨٤ تا ٨٩]

- فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚۖ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ [یونس:٣١]
- فَلَمَّآ اَنْجٰهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؗ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

[یونس:٢٢]

- وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ؗ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ

[عنکبوت:٢٥]

- وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ [انفال:۳۵]
- وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۚ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ [انعام:۱۳۶]
- اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ [توبہ:۱۹]
- وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۚ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ [نحل:۳۸]

انکار توحید اور رد شرک:

مشرکین کے عقائد واعمال جو بظاہر موحدین کے ساتھ موافق تھے پھر ان کا انبیاء اور حق پرستوں کے ساتھ جھگڑا اور اختلاف کس بات پر تھا؟

در اصل ان کا یہ اختلاف انکار توحید اور ارتکاب شرک کہ وجہ سے تھا، جو قرآن پاک میں کئی جگہوں پر مذکور ہے: جیسے

- اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ [صفت:۳۵]
- قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ [اعراف:۷۰]
- اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ [ص:۵]
- وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ

[زمر:۴۵]

- وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا [اسراء:۴۶]
- ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۚ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ

[مومن:۱۲]

- وَيَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمۡ وَلَا يَنۡفَعُهُمۡ وَيَقُوۡلُوۡنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنۡدَ اللّٰهِ‌ؕ قُلۡ اَتُنَبِّـئُوۡنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعۡلَمُ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الۡاَرۡضِ‌ؕ سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ

[یونس:۱۸]

- اَلَا لِلّٰهِ الدِّيۡنُ الۡخَالِصُ‌ؕ وَالَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ‌ۘ مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحۡكُمُ بَيۡنَهُمۡ فِىۡ مَا هُمۡ فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِىۡ مَنۡ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ [زمر:۳]

- فَاِذَا رَكِبُوۡا فِى الۡفُلۡكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰٮهُمۡ اِلَى الۡبَرِّ اِذَا هُمۡ يُشۡرِكُوۡنَ [عنکبوت:۶۵]

❖ امام شاہ ولی اللہ مشرکین کے عقائد کے بارے میں فرماتے ہیں:

وکانت عقیدۃ اثبات وجود اللہ تعالیٰ و انہ خالق الارض والسموت العلیٰ و انہ قادر مقدر للحوادث العظیمۃ قبل وقوعھا و ان الملائکۃ عباد اللہ المقربون و انھم یستحقون الاکرام کل ذلک کان ثابتا عندھم و یدل علی ذلک شعرھم و لکن جمھور المشرکین وقعوا فی شبھات کثیرۃ تجاہ ھذہ المعتقدات لاستبعاد بعض الامور و عدم الفتھم لادراکھا و الاحاطۃ بمفاھیمھا۔ و قد کان ضلال ھؤلاء و انحرافھم فی الشرک و التشبیہ و التحریف و جحود الاخرۃ و استبعاد رسالۃ سید المرسلین و شیوع الاعمال القبیحۃ و المظالم فیما بینھم و ابتداع الطقوس و التقالید الباطلۃ و اندراس العبادات و الشعائر الحقۃ الصحیحۃ [الفوز الکبیر: ۲۳]

شبهات المشرکین:

مشرکین شرک کے جواز و اثبات اور توحید سے انکار کے طور پر تقریباً نو شبہات اور اعتراضات کرتے ہیں جو ان کے باطل استدلالات ہیں۔ ان شبہات کو قرآن ذکر کر کے رد کرتے ہیں۔

(۱) انکار:

صراحۃً انکار کرنا کہ اس مسئلے کو ہم نہیں مانتے۔ اس نکار کا اصل سبب جہل یا ضد و عناد ہوتا ہے: جیسے:

- اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ؀ وَيَقُوْلُوْنَ اَىِٕنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ [صفت:۳۵،۳۶]
- قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ [ھود:۵۳]
- اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ښ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ؀ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓي اٰلِهَتِكُمْ ښ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ [ص:۵،۶]

(۲) الخصومۃ والجدال:

حق پرست موحدین کے ساتھ مسئلہ توحید کے بارے میں جھگڑا کرنا: جیسے

- هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۡ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ۭ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ [حج:۱۹]

وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَاۗءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۡ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ [ص:۴]

وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْــــَٔيْكَةِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الْاَحْزَابُ ؀ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ [ص:۱۲،۱۳،۱۴]

- وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ [انعام:۲۵]

- وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَاۤ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّیْ شَيْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ [انعام:۸۰]

(۳) التوسل بالوسائل الشرکیۃ والشفاعۃ القہریۃ:

مشرکین شرک اور غیر اللہ کی عبادت کے جواز کے لیے غلط حیلے، شرکی اور ناجائز وسلیے اور قہری شفاعت سے دلیل پکڑتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ رد کرتے ہیں: جیسے

- وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ [یونس:۱۸]
- اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِیْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۬ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِیْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ [زمر:۳]
- فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ [احقاف:۲۸]

وقال امام ابن کثیرؒ:

وهذه الشبهة هي التي اعتمدها المشركون في قديم الدهر وحديثه [۱/۸۴]

(۶) اتباع الاباء:

مشرکین شرک کے جواز کے لیے بطور دلیل اپنے آباء واجداد کو پیش کرتے ہیں کہ یہ ہم جو غیر اللہ کی عبادت وغیرہ کرتے ہیں یہ ہمارے بڑوں کا طریقہ اور دین چلا آرہا ہے ہم اس کو چھوڑ نہیں سکتے۔

قرآن پاک ان مشرکین کے اس دلیل اور شبہے ''اتباع الآباء'' کو نقل کرکے اس پر رد کرتا ہے اور ان کو اس پر زجر دیتا ہے۔

- یادرکھنا چاہیے کہ یہ اتباع دو قسم پر ہے:

(۱) مذموم اور ناجائز (۲) ممدوح اور جائز

❖ اتباع الاباء مذموم اور ناجائز:

یعنی دین وشریعت، قرآن وسنت کے مقابلے میں اتباع الاباء کو بطور دلیل پیش کرنا مشرکین کا کام اور طریقہ ہے: جیسے

- وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ [مائدہ:۱۰۵]
- وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ [لقمان:۲۱]

❖ اتباع الاباء ممدوح وجائز:

اگر اتباع الاباء مع الدلیل الشرعی ہو، قرآن وسنت کے مخالف نہ ہو بلکہ دین کی تائید کے لیے اتباع اباء پیش کیا جائے تو یہ جائز بلکہ ضروری ہے: جیسے

- وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ

[یوسف:۳۸]

(۵) القیاس الفاسد:

شرک کے اثبات اور جواز کے لیے مشرکین، غلط قیاس اور مثالیں پیش کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت جیسی عظیم ذات کو عاجز اور کمزور مخلوق پر قیاس کرتے ہیں۔ جیسے آج کل کے جاہل لوگ کہتے ہیں کہ بادشاہ کے لیے وزیر اور جج کے لیے وکیل کی ضرورت ہوتی ہے، اوپر چھت پر چڑھنے کے لیے سیڑھیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس غلط مثالوں اور فاسد قیاس پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جیسے

- فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ [نحل،۷۴]

- فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ [شوریٰ:١١]
- اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ [یٰس:۷۷،۷۸]

دراصل یہ لوگ عقیدۂ توحید، عقیدۂ آخرت کے بارے میں باطل قیاس سے کام لیتے تھے حالانکہ عقیدے کے باب قیاس سے بات نہیں چل سکتی۔ ہاں ایک ہے صحیح قیاس، جو مجتہدین فروعی مسائل میں کرتے ہیں وہ درست اور جائز ہے۔ کیونکہ مجتہدین کی قیاس مظہر حکم شرعی ہے نہ کہ مثبت حکم شرعی اور یہ صحیح بلکہ خود ایک شرعی دلیل ہے۔

(٦) اتباع الظن:

اپنے خیال اور وہم و گمان کی پیروی کرنا اور اُس کے پیچھے چلنا۔ مشرکین کا یہ روش ہے کہ وہ باطل اور شرک میں اپنے خیال اور گمان سے دلیل پکڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کام جو ہم کررہے ہیں شاید یہ ثابت ہو، یہ بھی دین میں کہیں موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ ان پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جیسے

- اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى [نجم:٢٣]
- وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ [انعام:١١٦]
- قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ [یوسف:۳۷،۳۸]

(۷) التقوّل علی اللہ:

اپنے باطل عقیدے اور عمل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا اور اللہ تعالیٰ پر اپنی طرف سے بات باندھنا: جیسے

- وَإِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَاؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ [اعراف:۲۸]
- قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

[اعراف:،۳۳]

(۸) افتراء علی اللہ:

اللہ تعالیٰ پر اپنی طرف سے جھوٹ باندھنا۔ تقول قولاً جھوٹ کو کہتے ہیں جبکہ افتراء قولاً و فعلاً دونوں طرح جھوٹ باندھنا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ان کی اس افتراء پر رد کرتے ہیں: جیسے

- فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

[آل عمران:۹۴]

- وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ

[انعام:۲۱]

(۹) اتخاذ الولد:

مشرکین کا توحید پر آخری شبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے اپنے لیے کچھ نائبین مقرر کیے ہیں ان کو اپنے الوھیت اور تصرفات میں سے اختیار دیا ہے۔ اتخاذ الولد سے مراد اختیارات اور تصرفات دے کر نائب بنانا، اتخاذ الولد سے حقیقی معنی تولید الولد یعنی بیٹا اور اولاد جننا اور پیدا کرنا نہیں۔ جس کی نفی بھی قرآن سورۂ اخلاص میں موجود ہے: ''لم یلد و لم یولد'' اور اتخاذ الولد سے مراد نائب اور متبنیٰ بنانا،

اس معنیٰ کی تائید بھی قرآن میں موجود ہے کہ عزیزِ مصر نے یوسفؑ اور فرعون کی بیوی آسیہ نے موسیٰؑ کے بارے میں کہا تھا:

- وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ٘ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ؕ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ [یوسف:۲۱]
- وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖۗ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ [قصص:۹]

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ مشرکین اس عقیدے اور شبہے پر رد کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو نائب کی ضرورت نہیں، نائب کی ضرورت تو اُس کو ہوتی ہے جو عاجز و محتاج ہو اور ہر کام خود نہیں کر سکتا ہو: جیسے

- وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ [بقرہ:۱۱۶]
- قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِیُّ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ [یونس:۶۸]

مشرکین کے اقسام

مشرکین کی چار قسمیں ہیں:

(۱) مشرکین بالعباد الصالحین:

جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں، انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں جیسے:

- اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ [الاعراف:۱۹۴]
- وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّ لَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا۔ [نوح:۲۳]

(۲) مشرکین بالجن:

جنات کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے جیسے:

- وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِیْنَ وَ بَنٰتٍ بِغَیْرِ عِلْمٍ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ [الانعام:۱۰۰]
- وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْاِنْسِ وَقَالَ اَوْلِیٰٓؤُهُمْ مِنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّ بَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِیْٓ اَجَّلْتَ لَنَا قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ۔ [انعام:۱۲۸]

(۳) مشرکین بالملائکہ:

فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کیساتھ حصہ دار ٹھہرانے والے جیسے:

- وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ یَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِیَّاكُمْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ۔ [سبا:۴۰]
- وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَرْضٰی۔ [النجم:۲۶]

(۴) مشرکین بالکواکب:

جو سورج، چاند، ستارے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں جیسے:

- وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ۔ [نمل:۲۴]
- وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ۔ [حم سجدہ:۳۷]

مقاصد اور ممداتِ قرآن

توحید

توحید: اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات اور صفات و افعال میں واحد، یکتا ماننا اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرانا۔

قال ابن حجرؒ: اَلتَّوْحِیْدُ مَصْدَرٌ وَحَّدَ یُوَحِّدُ وَمَعْنٰی وَحَدْتُّ اللهَ اِعْتَقَدْتُّهٗ مُنْفَرِدًا بِذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَلَا نَظِیْرَ لَهٗ وَلَا شَبِیْهَ۔ [فتح الباری کتاب التوحید]

"یعنی توحید وَحَّدَ یُوَحِّدُ سے مصدر ہے، وَحَدْتُّ اللهَ کا معنی ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے ذات وصفات میں یکتا و یگانہ ہونے کا عقیدہ رکھا اور یہ کہ اس کا کوئی نظیر و شبیہ و مثل نہیں۔"

وفی شرح مقاصد ۲/۲۷: اِعْتِقَادُ عَدَمِ الشَّرِیْكِ فِی الْاُلُوْهِیَّةِ وَخَوَاصِهَا۔

"توحید سے مراد یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُلوھیت (خدائی) اور اس کے خواص میں کوئی شریک نہیں"۔

عنوانات توحید:

چونکہ توحید تمام مسائل میں سے اہم مسئلہ ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بہت زیادہ عنوانات اور قسما قسم ایسے انداز میں پیش کیا ہے تاکہ اچھی طرح واضح اور ذھن نشین ہو جائے۔

توحید بعنوان الٰہ جیسے: وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۔ [بقرہ:۱۶۳]

توحید بعنوان عبادت جیسے: یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ۔۔ الخ۔ [بقرہ:۲۱]

توحید بعنوان تسبیح جیسے: سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔۔۔ الخ۔ [حدید:۱]

توحید بعنوان تحمید جیسے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ [فاتحہ:۱]

توحید بعنوان برکت جیسے: تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ۔۔۔ الخ۔ [ملک:۱]

توحید بعنوان دعا جیسے: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً۔۔۔ الخ۔ [اعراف:۵۵]

توحید بعنوان مُلک جیسے: وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔۔۔الخ۔ [ال عمران:۱۸۹]

اقسامِ توحید

توحید فی الذات:

اللہ کو واجب الوجود ماننا۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہیں۔ اللہ کے وجود کو تسلیم کرنا اور دل سے تسلیم کرنا کہ اُس کے ساتھ ذات میں کوئی شریک نہیں اور اللہ تعالیٰ کو واجب الوجود ماننے کے ساتھ ساتھ قدیم، ازلی ابدی اور عدم سے پاک جاننا۔ اس توحید فی الذات والوجود کے مقابل شرک فی الذات ہے۔

- وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنَ۔ [نحل:۵۱]
- لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ۔ [مائدہ:۷۳]

توحید فی الربوبیت:

یہ عقیدہ رکھنا کہ اس تمام کائنات اور موجودات کا صرف ایک خالق ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے اور وہ اللہ رب العزت ہے۔ وہی ذات ان تمام اشیاء کا مالک، مدبر، تصرف کرنے والا، تمام عالم کی تدبیر اور انتظام چلانے والا اور تمام عالم کا پالنے والا ہے۔ پھر وہ اللہ اس پالنے کیلئے بارشیں برساتا اور پھل پھول اور فصل اُگاتا ہے، اسی طرح خوراک پوشاک اور پانی وغیرہ بھی پیدا کرتا ہے۔ اس کو توحید فی التصرف والتدبیر بھی کہتے ہیں۔ اور اس کے مقابل شرک فی الربوبیت یا شرک فی التصرف والتدبیر ہے۔ اس قسم کی توحید سے صرف دہریہ یعنی کمیونسٹ منکر ہیں جبکہ توحید فی الربوبیت کے تو مسلمان کیا مشرکین بھی اعتراف کرتے ہیں۔ لہٰذا صرف اس قسم کی توحید کا ماننے والا کامل موحد نہیں ہو سکتا جب تک وہ باقی اقسام توحید کو نہ مانتا ہو۔ ہاں توحید فی الربوبیت باقی اقسام توحید کے لیے اپنی جگہ پر اساس ضرور ہے اور اس کے بیان سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی دل میں اُمڈ آتی ہے جیسے سورۃ بقرہ:۲۱۔

توحید فی الالوہیت:

توحید کی یہ قسم لا الہ الا اللہ کے اندر موجود ہے۔ اس قسم کی توحید کو توحید فی المعبودیت بھی کہتے ہیں۔ جس سے مراد عبادت اور بندگی کی تمام اقسام وافراد کا مستحق صرف اور صرف ایک اللہ ہی کو ماننا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی ہستی کو عبادت کے کسی فرد یا قسم یا جزء کا مستحق نہ ماننا ہے۔ اس قسم توحید کے تحت توحید فی الدعاء والنداء، توحید فی العبادت، مالی وجانی عبادت، نذر نیاز، حاجات ومشکلات روائی، رکوع، سجدہ، قیام، اور تمام تعظیماتِ عبادت آتے ہیں۔ جیسے: اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

توحید فی الاسماء والصفات:

قرآن پاک اور صحیح احادیث میں جو نام اور صفات اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں، اُن تمام پر عقیدہ رکھنا، وہ کسی اور کے لیے نہ ماننا اور جن ناموں اور صفات کا قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ سے نفی کی گئی ہے۔ اُن کی اللہ تعالیٰ سے نفی کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اگرچہ بہت زیادہ ہیں لیکن اُن تمام کا خلاصہ دوصفات میں یکجا ہے: ایک علم غیب اور دوسرا تصرف [قدرت، کارسازی] جیسے: وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى۔۔۔ الخ۔

اللہ تعالیٰ کی بعض دوسری صفات جیسے استواء علی العرش، ید، وجہ، اور عین وغیرہ صفات پر بھی یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں جیسے اُس کی شان کے لائق اور زیبا ہو۔ نہ تو اس سے انکار کرنا ہوگا اور نہ ان کی کوئی باطل تاویل وتحریف ہونی چاہیے اور نہ مخلوق کے ساتھ اس کی تشبیہ وتمثیل کسی طور بھی جائز ہے۔ امام مالکؒ کا قول ہے:

اَلْاِسْتِوَاءُ مَعْلُوْمٌ وَالْكَيْفُ مَجْهُوْلٌ وَالْاِيْمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ۔

توحید فی الحاکمیت:

اس کو توحید فی الاطاعت، توحید فی التحلیل والتحریم، توحید فی الحکم والقانون یا توحید فی التشریع بھی کہتے ہیں۔

اس سے مراد یہ عقیدہ رکھنا کہ شرع اور قانون بنانا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا حق

ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو چیز حلال ٹھہرائی ہو اُس کے متعلق حلال کا عقیدہ رکھنا اور جو چیز اللہ نے حرام ٹھہرائی اُسے حرام تصور کرنا۔اسی طرح جن وانس کی روز مرہ زندگی گزارنے کے لیے، پھر ملک وقوم کے لیے قانون اور آئین سازی کا حق بھی صرف شریعت کو حاصل ہے۔ اللہ کے سوا کسی اور کو یہ حق قطعاً حاصل نہیں۔اگر کوئی اللہ کے حلال کردہ چیز کو حرام یا اسکے حرام کردہ چیز کو حلال کہتا ہو یا اللہ کے رسول اور شرعی دلیل کے مقابل تحلیل وتحریم میں کسی اور کی اطاعت کرتا ہو یا اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے حکم اور قانون کے مقابلے میں کسی صاحب اقتدار بادشاہ کا حکم اور قانون مانتا ہو اور شرعی قانون اور حکم سے انکار کرتا ہو تو یہ سب شرک اور کفر ہے جیسے:

اِنِ الْحُکْمُ اِلاَّ لِلّٰہِ۔۔۔الخ۔

شرک

توحید کی مزید وضاحت اور سمجھنے کیلئے شرک کی تعریف اور اقسام کا سمجھنا ضروری ہے کیونکہ ”تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِھَا“ اور ”وَبِضِدِّہٖ تَتَبَیَّنُ الْاَشْیَاءُ“ اشیاء اپنے ضد سے پہچانے جاتے ہیں۔ لہٰذا ذیل میں شرک کی تعریف اور اقسام بیان کی جاتی ہیں۔

شرک اور اسکی اقسام

شرک کی تعریف:

اللہ تعالیٰ کی ذات ،صفات ،اسماء و افعال میں کسی بھی مخلوق نبی، ولی، پیر، فقیر، بزرگ، حجر، شجر، قبر،اور بت وغیرہ کو شریک و حصہ دار یا لاڈلا ٹھہرانا۔ امام شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

وَالشِّرْكُ اَنْ یُّثْبَتَ لِغَیْرِ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی شَیْءٌ مِنَ الصِّفَاتِ الْمُخْتَصَّۃِ بِہٖ۔

[الفوزالکبیر:۲۰]

”شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص صفات میں کسی بھی صفت کو غیر اللہ کیلئے ثابت مانا جائے۔“

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: اَلْمُشْرِكُ مَنْ عَبَدَ مَعَ اللّٰہِ غَیْرَہٗ۔ [شامی:۳/۳۹۶]

”مشرک وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اوروں کی عبادت بھی کرے۔“

الغرض مختصر الفاظ میں شرک دو تین باتوں سے عبارت ہے ایک اللہ کی کوئی صفت مخلوق کے لیے ثابت ماننا، دوسرا اللہ کی عبادت اور بندگی کسی اور کے لیے کرنا اور تیسرا حاکمیت اعلیٰ کسی اور کا تسلیم کرنا۔

اقسام شرک

شرک کی دو بڑی قسمیں ہیں:

(۱) شرک اعتقادی یعنی عقیدے میں شرک۔

(۲) شرک فعلی یعنی عمل وعادت میں شرک۔

(۱) شرک اعتقادی:

شرک اعتقادی کی چار اقسام ہیں:

(۱) شرک فی العلم (۲) شرک فی التصرف

(۳) شرک فی الدعاء (۴) شرک فی العبادۃ

(۱) شرک فی العلم:

اللہ تعالیٰ کی طرح کسی مخلوق، نبی، ولی، پیر، فقیر، زندہ یا مردہ کو عالم الغیب (چھپی ہوئی چیزوں کا مافوق الاسباب یعنی بغیر اسباب کے جاننے والا) ماننا۔ جیسے:

- قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ۔ [النمل:۶۵]

- قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ [الاعراف:۱۸۸]

- وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔ [الانعام:۵۹]

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

اِنَّ دَعْوٰى عِلْمِ الْغَيْبِ مُعَارِضَةٌ لِّنَصِّ الْقُرْاٰنِ فَيُكْفَرُ بِهَا۔ [ردالمختار:۳/۲۹۷]

”علم غیب کا دعویٰ کرنا قرآن کے خلاف ہے۔ لہٰذا یہ دعویٰ کرنا کفر ہے۔“

ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں:

اَلْکُفْرُ عَلٰی اِعْتِقَادِ اَنَّهٗ اعَالِمُ الْغَیْبِ۔ [مرقات:۳/۱۰۰]

"یہ عقیدہ رکھنا کہ نبی کریم اعالم الغیب ہیں، کفر ہے۔"

(۲) شرک فی التصرف:

اللہ کی طرح کسی اور مخلوق کو صاحب اختیار، حاجت روا، مشکل کشا، اولاد و برکات دینے والا ماننا۔

- وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ بِخَیْرٍ فَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ [انعام:۱۷]
- قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ اَمْ هَلْ تَسْتَوِی الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَیْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔ [الرعد:۱۶]
- وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّنَفْعًا وَّلَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا۔ [الفرقان:۳]

قال ابن کثیرؒ:

- مَنْ زَعَمَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی جَعَلَ لِلْعِبَادِ مِنَ الْاَمْرِ شَیْئًا فَقَدْ كَفَرَ۔ [ابن کثیر:۲/۲۳۱]

"جس کا یہ خیال ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کچھ اختیار دیا ہے پس اس عقیدے سے وہ کافر ہو جاتا ہے۔"

قال الشامیؒ:

- مِنْهَا اَنَّهٗ ظَنَّ اَنَّ الْمَیِّتَ یَتَصَرَّفُ فِی الْاُمُوْرِ دُوْنَ اللّٰهِ وَاِعْتِقَادُهٗ ذٰلِكَ كُفْرٌ۔

[ردالمختار:۲/۱۲۸]

"جس کا یہ گمان ہو کہ اللہ کے سوا، مردے کاموں میں تصرف کر سکتے ہیں تو یہ عقیدہ کفر کا ہے۔"

(۳)شرک فی الدعاء والاستعانۃ:

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی مخلوق، نبی، ولی، پیر، فقیر، زندہ یا مردہ کو غائبانہ پکارنا اور اُس سے مدد مانگنا۔ جیسے:

- وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ۔ [مؤمن:٦٠]
- وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظّٰلِمِينَ۔ [یونس:١٠٦]
- وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيبُ لَهٗ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ۔ [احقاف:۵، انعام:۷۱]
- لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهٖ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَاءُ الْكٰفِرِينَ إِلَّا فِي ضَلٰلٍ۔ [الرعد:١٤]
- إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ۔ [فاطر:١٤]

علامہ محمد طاہر الفتنیؒ فرماتے ہیں:

وَمِنْهُمْ مَنْ قَصَدَ بِزِيَارَةِ قُبُورِ الْأَنْبِيَاءِ وَالصُّلَحَاءِ أَنْ يُّصَلِّيَ عِنْدَ قُبُورِهِمْ وَيَدْعُوَ عِنْدَهَا وَيَسْأَلُهُمُ الْحَوَائِجَ وَهٰذَا لَا يَجُوزُ عِنْدَ أَحَدٍ مِّنْ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ فَإِنَّ الْعِبَادَةَ وَطَلَبَ الْحَوَائِجِ وَالْاِسْتِعَانَةَ حَقُّ اللّٰهِ وَحْدَهٗ۔ [مجمع البحار:۲/۷۳]

"جو اس مقصد سے انبیاء علیہم السلام اور صلحاء کی قبروں کی زیارت کے لئے گیا کہ ان کے قریب نماز پڑھے گا اور ان سے اپنی حاجات مانگے گا تو یہ مسلمانوں کے کسی بھی عالم کے ہاں جائز نہیں کیونکہ عبادت کرنا، حاجات طلب کرنا اور امداد مانگنا صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کا حق ہے"۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَمَنْ ظَنَّ اَنَّ الدُّعَاءَ عِنْدَ الْقُبُوْرِ اَفْضَلُ مِنَ الدُّعَاءِ فِی الْمَسَاجِدِ فَقَدْ کَفَرَ۔ فَقَدْ اِتَّفَقَ اَئِمَّۃُ الْمُسْلِمِیْنَ عَلٰی اَنَّ اِتِّخَاذَ الْقُبُوْرِ لِلدُّعَاءِ عِنْدَھَا اَوِ الصَّلٰوۃِ لَیْسَتْ مِنْ دِیْنِ الْاِسْلَامِ۔ وَقَدْ تَوَاتَرَتِ السُّنَنُ فِی النَّھْیِ عَنْ اِتِّخَاذِھَا لِذٰلِکَ۔ [مختصر فتاوی المصریہ:۷۵]

"جس کا یہ خیال ہو کہ دعا مساجد کی بجائے قبروں کے ہاں زیادہ افضل ہے تو یقیناً اس نے کفر کیا۔ پس مسلمانوں کے ائمہ کرام رحمہم اللہ اس بات پر متفق ہیں کہ قبروں کو دعا اور نماز کیلئے مقرر کرنا دین اسلام میں جائز نہیں اور متواتر احادیث سے قبروں کو دعا اور نماز کیلئے مقرر کرنے کی نہی آئی ہے"۔

(۴) شرک فی العبادت:

اللہ تعالیٰ کی عبادت، رکوع، سجدہ، طواف وغیرہ کسی اور مخلوق مثلاً نبی، ولی، جن، پیر فقیر، مردہ یا زندہ، بت، قبر، حجر یا شجر کیلئے کرنا جیسے:

- وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا۔ [النساء:۳۶]
- قُلْ اِنِّیْ نُھِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَھْوَآءَکُمْ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُھْتَدِیْنَ۔ [الانعام:۵۶]
- وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ یُّنْکِرُ بَعْضَہٗ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ وَلَآ اُشْرِکَ بِہٖ اِلَیْہِ اَدْعُوْا وَاِلَیْہِ مَاٰبِ۔ [الرعد:۳۶]
- وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَمْلِکُ لَھُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَیْئًا وَّلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ۔ [النحل:۷۳]

(۲)شرکِ فعلی:

شرک فعلی کی بھی چار اقسام ہیں:

(۱)تحریمات غیر اللہ (۲)نذر غیر اللہ

(۳)شرک فی البرکات (۴)شرک فی الحکم والقانون

(۱)تحریماتِ غیر اللہ:

تحریمات غیر اللہ اسے کہتے ہیں کہ ایک چیز جو حلال ہو، اللہ تعالیٰ نے منع اور حرام نہ کیا ہو اور ایک آدمی کسی غلط عقیدے کی بنا پر اسے اپنی طرف سے بند اور حرام کر دے کہ یہ چیز (خوراک، لباس وغیرہ) ہم پر راس نہیں، اگر ہم اسے استعمال کریں تو اولاد اور مال و دولت تباہ ہو جائینگے وغیرہ۔ تو یہ عقیدہ شرکیہ ہے جیسے:

- یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ۔ [المائدہ:۸۸،۸۷]
- یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ۔ [البقرۃ:۱۷۲]
- وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا یَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا یَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا افْتِرَآءً عَلَیْهِ سَیَجْزِیْهِمْ بِمَا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ۔ [الانعام:۱۳۸]

(۲)تحریمات اللہ:

تحریمات غیر اللہ کے مقابلے میں تحریمات اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ چیزیں) ہیں۔ مطلب یہ کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام اور منع کی ہیں انہیں حرام ماننا اور حلال نہ سمجھنا تو یہ توحید ہے۔ جیسے:

- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنْ رَبِّهِمْ وَرِضْوَانًا وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔ [المائدہ:۲]
- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ۔ أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ۔ [المائدہ:۹۶،۹۵]

(۲)نذر غیر اللہ:

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی مخلوق نبی، ولی، پیر فقیر، مردہ یا زندہ کے نام کی (اس عقیدے کے ساتھ کہ وہ نفع ونقصان کا ذمہ دار ہے اور اسکی قربت حاصل کرنے کے عقیدے کے ساتھ) نذر ونیاز یا شکرانہ پیش کرنا، یہ شرک اور حرام ہے جیسے:

- إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ [البقرۃ:۱۷۳]
- حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ۔ [مائدہ:۳]
- وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَٰذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ وَهَٰذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ۔ [الانعام:۱۳۶]

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَاَمَّا النَّذْرُ لِلْمَوْتٰی مِنَ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمَشَائِخِ وَغَیْرِهِمْ اَوْلِقُبُوْرِهِمْ اَوْ لِلْمُقِیْمِیْنَ عِنْدَ قُبُوْرِهِمْ فَهُوَ نَذْرُ شِرْكٍ وَمَعْصِیَةِ اللهِ تَعَالٰی سَوَاءٌ كَانَ النَّذْرُ نَفَقَةً اَوْ ذَهَبًا اَوْ غَیْرَ ذٰلِكَ وَهُوَ شَبِیْهٌ لِمَنْ یَّنْذُرُ لِكَنَائِسِ الرُّهْبَانِ وَبُیُوْتِ الْاَصْنَامِ۔

[مجموعہ رسائل شرح دعاء ذوی النون:۸٦]

"جان لو کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور مشائخ وغیرہ مردوں کے نام پر یا ان کی قبروں کے لیے یا ان کی قبروں پر مقیم لوگوں کے نام جو نذر دی جاتی ہے وہ شرک اور اللہ کی نافرمانی کی نذر ہے چاہے نذر خرچہ (پیسے وغیرہ) ہو یا سونا چاندی وغیرہ اور یہ راہبوں کے کنیسوں اور بت خانوں کے نام پر نذر کے مشابہ ہے"۔

علامہ شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اِعْلَمْ اَنَّ النَّذْرَ الَّذِیْ یَقَعُ لِلْاَمْوَاتِ مِنَ الْعَوَامِ وَمَا یُوْخَذُ مِنَ الزَّیْتِ وَالشَّمْعِ وَنَحْوِهَا مِمَّا یُنْقَلُ اِلٰی ضَرَائِحِ الْاَوْلِیَاءِ الْكِرَامِ تَقَرُّبًا اِلَیْهِمْ فَهُوَ بِالْاِجْمَاعِ بَاطِلٌ وَّحَرَامٌ وَقَدْ ابْتُلِیَ النَّاسُ وَلَاسِیَمَا فِیْ هٰذِهِ الْاَعْصَارِ۔ [در المختار قبل الاعتکاف]

"سمجھ لو کہ وہ نذر جو عوام مُردوں کے لیے پیش کرتے ہیں اور تیل، شمع اور ان جیسی دوسری چیزیں اولیاء کرام کی قبروں کو تقرب کی نیت سے لے جاتے ہیں پس وہ اجماع کے ساتھ باطل اور حرام ہیں اور لوگ خاص طور پر اس زمانے میں یقیناً اس میں مبتلا ہیں"۔

نذر اللہ:

نذر غیر اللہ کے مقابلے میں نذر اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے نام کا نذر و نیاز دینا اور منّت ماننا کہ اگر اللہ تعالیٰ میرا یہ کام کرے گا تو میں فلاں نیک کام کروں گا، صدقہ دونگا وغیرہ تو یہ جائز اور توحید ہے: جیسے:

- وَمَا اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ نَّفَقَةٍ اَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِّنۡ نَّذۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُهٗ ‌ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ۔ [البقرۃ:۲۷۰]
- اِذۡ قَالَتِ امۡرَاَتُ عِمۡرٰنَ رَبِّ اِنِّىۡ نَذَرۡتُ لَـكَ مَا فِىۡ بَطۡنِىۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّىۡ ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ۔ [العمران:۳۵]
- فَكُلِىۡ وَاشۡرَبِىۡ وَقَرِّىۡ عَيۡنًا ‌ ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الۡبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوۡلِىۡۤ اِنِّىۡ نَذَرۡتُ لِلرَّحۡمٰنِ صَوۡمًا فَلَنۡ اُكَلِّمَ الۡيَوۡمَ اِنۡسِيًّا۔ [مریم:۲٦]
- ثُمَّ لۡيَـقۡضُوۡا تَفَثَهُمۡ وَلۡيُوۡفُوۡا نُذُوۡرَهُمۡ وَلۡيَطَّوَّفُوۡا بِالۡبَيۡتِ الۡعَتِيۡقِ۔ [الحج:۲۹]

(۳) شرک فی البرکات:

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور مخلوق نبی، ولی، پیر فقیر، زندہ یا مردہ کو مال، اولاد، عمر وغیرہ میں برکت ڈالنے والا سمجھنا جیسے:

- تَبٰرَكَ الَّذِىۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰى عَبۡدِهٖ لِيَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِيۡنَ نَذِيۡرَا۔ [فرقان:۱]
- تَبٰرَكَ الَّذِىۡۤ اِنۡ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيۡرًا مِّنۡ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۙ وَيَجۡعَلْ لَّكَ قُصُوۡرًا۔ [فرقان:۱۰]
- تَبٰرَكَ الَّذِىۡ جَعَلَ فِى السَّمَآءِ بُرُوۡجًا وَّجَعَلَ فِيۡهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيۡرًا۔ [فرقان:٦۱]

قال العلامۃ الالوسی رحمہ اللہ ناقلا عن الامام الرازی رحمہ اللہ:

اِنَّ الْبَرَكَةَ لَهَا تَفْسِيْرَانِ اَحَدُهُمَا الْبَقَاءُ وَالثُّبَاتُ وَالثَّانِيْ كَثْرَةُ الْاٰثَارِ الْفَاضِلَةِ فَاِنْ حَمَلْتَهُ عَلَى الْاَوَّلِ فَالثَّابِتُ الدَّائِمُ هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِنْ حَمَلْتَهُ عَلَى الثَّانِيْ فَكُلُّ الْخَيْرَاتِ وَالْكَمَالَاتِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَهٰذَا الثَّنَاءُ لَا يَلِيْقُ اِلَّا بِحَضْرَتِهٖ جَلَّ وَعَلَا۔

[روح المعانی:۸/۱۳۹، تفسیر الکبیر:۱۴/۱۱۸]

"یعنی برکت کے دو مطلب ہیں۔ ایک بمعنی بقاء اور ثبات اور دوسرا بمعنی اچھائیوں اور خوبیوں کی کثرت۔ اگر پہلا معنی لو تو ہمیشہ دائم اور ثابت ذات فقط اللہ تعالیٰ ہے

اور اگر دوسرا معنی لو تو تمام اچھائیاں اور کمالات اللہ کی طرف سے ہیں اور اس طرح کی ثناء صرف اسی کے لائق ہے"۔

(۴) شرک فی الحکم والقانون:

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ یعنی شریعت کے قانون اور فیصلے کے مقابلے میں کسی غیر کے قانون پر فیصلہ کرنا اور اس پر دل سے راضی ہو جانا جیسے:

- اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۔ [مائدہ:۴۴]
- وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ [مائدہ:۴۵]
- وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ [مائدہ:۴۷]
- وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ۔ [مائدہ:۴۹]

موضح قرآن میں شاہ عبدالقادر دہلویؒ سورۃ انعام:۱۲۲ کے تحت لکھتے ہیں:

"یعنی شرک فقط یہی نہیں کہ کسی کو سوائے خدا کے پوجے بلکہ یہ شرک کے حکم میں ہے کہ اور کا مطیع ہووے۔"

صدق الرسول

نبی کریم ﷺ کی صداقت اور سچائی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مکمل وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے تاکہ منکرین رسالت کا کوئی عذر باقی نہ رہے۔ جیسے:

- اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ۔ [بقرہ:۱۱۹]

نساء:۱۶۳، ۱۱۵، ۶۵، ۱۳۔ یوسف:۱۰۲۔ اعراف:۱۵۸، ۱۵۸۔

العمران:۸۱، ۴۳، ۳۲۔ احزاب:۳۶۔ رعد:۴۳۔

اس کے علاوہ صداقت رسول ﷺ پر قرآن پاک میں مستقل سورتیں بھی نازل ہوئی ہیں جیسے سورۃ ضحی، سورۃ انشراح وغیرہ۔

صدق القرآن

قرآن پاک کی صداقت اور سچائی کو بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن ہی میں مختلف طریقوں سے واضح کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سب سے پہلی وحی میں سب سے پہلا حکم سورۃ علق میں قرآن کے پڑھنے کا آیا ہے۔ اسی طرح سورۃ قدر میں قرآن کی عظمت کا بیان ہے جبکہ سورۃ مزمل میں ترغیب الی القرآن اور سورۃ مدثر میں ترغیب الی تبلیغ القرآن ہے۔ اسی طرح قرآن کی صداقت، مختلف آیات میں اس طرح فرمایا:

- وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ [نساء:۱۱۳]

نحل:۶۴ اسراء:۱۰۵ فاطر:۳۱

یونس:۳۷ اعراف:۳، ۱۵۷ زمر:۵۵

الایمان بالآخرۃ

اسی طرح آخرت کا اثبات اور بیان قرآن کی متعدد سورتوں میں مذکور ہے جیسے:

- وَاِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۔ [اسراء:۱۰]

رعد:۲ جاثیہ:۲۶ حج:۷

حم سجدہ:۷ سبا:۸ انعام:۹۲

الجہاد فی سبیل اللہ

جہاد چونکہ پہلے مذکور چار اصول کی اشاعت اور پھیلانے کا ذریعہ ہے اس لئے قرآن پاک میں جہاد کا حکم، جہاد کی اقسام اور جن لوگوں سے جہاد کیا جاتا ہے ان کا تذکرہ تفصیلاً ذکر ہے۔ جیسے:

- وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ [بقرہ:۲۴۴]

توبہ:۳۶،۷۳،۱۲۳ انفال:۷۳ صف:۱۰

الانفاق فی سبیل اللہ

جہاد اور اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت اور خدمت بغیر مال خرچ کرنے کے نہیں ہو سکتی اس لئے قرآن نے انفاق پر بہت زور دیا ہے۔ جیسے:

- وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ۔ [بقرہ:۳]

بقرۃ:۱۹۵،۲۶۵،۲۶۲،۱۹۵ ال عمران:۱۳۴ توبہ ۳۴،۹۹،۱۲۱۔

التنظیم

اس اصل کا ایک مقصد یہ ہے کہ مسلمان آپس میں منظم ہو کر رہیں۔ کیونکہ اسلام اجتماعیت پسند دین ہے اور دوسرا یہ کہ اس اصل کا تعلق جہاد، دعوت دین اور اقامت دین کے ساتھ ہے اور یہ تمام کام جماعت اور نظم کے بغیر ممکن نہیں۔ اس لئے قرآن پاک میں آپس میں منظم رہنے، امیر کی اطاعت کرنے اور شوریٰ کے اصول وغیرہ کا بیان ہے۔ تاسیس الجماعۃ کے پانچ قواعد سورۃ آل عمران:۱۰۲ میں، امیر ومامور کے احکام سورۃ نساء میں اور شوریٰ کے قواعد سورۃ مجادلہ میں مذکور ہیں۔ امیر کی شرائط اور صفات بقرہ:۲۴۶، العمران:۱۶۴،۱۶۱،۱۵۹ میں، اور جماعت کے ارکان کی تین قسمیں سورۃ مزمل میں مذکور ہیں۔

الآداب

دنیا میں زندگی گزارنے اور ہر کام کرنے کیلئے شریعت نے کچھ آداب مقرر کیے ہیں، قرآن پاک نے اُن کا بھی بیان کیا ہے۔ مثلاً دعوت کے آداب جیسے:

- اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ ھِیَ اَحۡسَنُ السَّیِّئَۃَ ؕ نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا یَصِفُوۡنَ۔ [مؤمنون:۹۶]

شعراء:۲۱۳ میں، گھر میں زندگی گزارنے کے آداب۔ سورۃ نور:۶۰،۵۹،۵۸۔ اسی طرح جماعت کی حفاظت اور ارکان کے مابین تعلقات کے آداب سورۃ حجرات میں مذکور ہیں۔

وباللہ التوفیق

ضروری اصطلاحات تفسیر

دعوی یا موضوع:

سورت کا وہ مرکزی اور اہم مسئلہ یا مضمون جو تمام سورت کیلئے بمنزلۂ محور کے ہو اور سورت کے باقی مضامین اسکے گرد گھومتے ہوں۔

تنویر:

بعض مرتبہ بیان کردہ دعویٰ یا مسئلے کے کسی پہلو کو زیادہ واضح کرنے، اُس پر روشنی ڈالنے یا دعوی ومسئلہ کے متعلق کسی شبہ کا ازالہ کرنے کے لیے جو کلام لایا جاتا ہے اسے گزشتہ بیان شدہ مسئلے کی تنویر کہا جاتا ہے۔

ربط:

کسی سورت یا آیت کا گزشتہ سورت یا آیت کے ساتھ جوڑ اور مناسبت۔

امتیاز:

ایک سورت کو دوسری سورت سے ممتاز اور جدا کرنے کا فرق اور خصوصیت جو اس سورت میں پائی جاتی ہے اور دوسری میں نہیں ہوتی اس کو امتیاز یا خصوصیت کہتے ہیں۔

دلیل:

وہ بیان جس سے دعویٰ کو ثابت کیا جائے اس کو دلیل کہتے ہیں۔ پھر دلیل کی تین بڑی قسمیں ہیں۔

دلیل عقلی:

وہ دلیل جس کا تعلق عقل سے ہو یعنی عقل سلیم کے مطابق اور مناسب ہو۔

دلیل نقلی:

وہ دلیل جو گزشتہ زمانے کے کسی نبی، ولی یا کتاب الٰہی سے نقل ہو۔

دلیل وحی:

وہ دلیل اور بات جس کی نسبت براہ راست اللہ تعالیٰ کی جانب ہوئی ہو۔

تخویف:

ڈراوا یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام بجا نہ لانے اور ادا نہ کرنے کے سلسلہ میں اللہ (کے عذاب) سے ڈرانے کو تخویف کہتے ہیں کہ اللہ سے ڈرو اور یہ احکام بجا لاؤ۔ پھر تخویف کی دو قسمیں ہیں:

تخویف دنیاوی:

زیر بحث دعویٰ نہ ماننے والوں کو دنیا کے عذاب سے ڈراوا۔

تخویف اُخروی:

زیر بحث دعویٰ اور مسئلہ نہ ماننے والوں کو آخرت کے عذاب سے ڈرانا۔

بشارت:

اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجالانے اور ادا کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشحالی اور نعمتوں کی خوشخبری دینا۔ پھر یہ بشارت بھی دو قسم پر ہے:

بشارت دنیاوی:

زیر بحث مسئلہ ماننے والوں کو دنیا میں خوشحالی اور نعمتوں کی خوشخبری۔

بشارت اُخروی:

زیر بحث مسئلہ ماننے والوں کو آخرت کی خوشحالی اور نعمتوں کی خوشخبری۔

تسلی:

حق پرستوں کو مخالفین کی طرف سے تکالیف اور تکذیب پر صبر کی تلقین کرتے ہوئے اُنکے دِلوں سے غم دور کرنے یا کم کرنے کی غرض سے انکی حوصلہ فزائی کرنا۔

ترغیب:

کسی نیک اور اچھے کام پر اُبھارنا۔

تشجیع:

کسی اچھے اور نیک کام پر اُبھارنا اور اُس کے لیے جرأت، دلیری اور حوصلہ مندی پیدا کرنا۔

ترھیب:

ڈراوا، یعنی احکام کی بجا آوری کے سلسلے میں خوفِ الٰہی دلانا۔

تزھید من الدنیا:

دنیا سے بے رغبتی دلانا اور دنیا کو سبھی کچھ جان کر اس کی محبت سے بچنے کی ترغیب دینا۔

زجر:

منکرین کی ناجائز بات یا عمل، ڈانٹ یا بے سروپا اور نامعقول مطالبات پر عذاب کا ڈرانا۔

تنبیہ:

انبیاء علیہم السلام اور مؤمنین سے خلاف اولیٰ کام سرزد ہونے پر انہیں متنبہ کرنا کہ آئندہ احتیاط سے کام لیا جائے۔

اُمور انتظامیہ:

وہ احکام اور قوانین جن پر عمل کرنے سے مسلمان باہم متحد و متفق ہوتے ہوں اور اُن کا معاشرہ درست اور جماعت منظم ہو سکتے ہوں جیسے قانون قصاص، حدود، نکاح، طلاق، رضاعت، وصیت، وراثت وغیرہ۔

اُمور مصلحہ:

وہ اعمال صالحہ جن سے باطن کی اصلاح ہو اور مسلمان ان کے باعث ہر حال میں مشکل سے مشکل قانون اور حکم پر عمل کے لیے آمادہ ہو جائیں۔ یعنی وہ اعمال صالحہ [جیسے صوم، صلوٰۃ، حج وغیرہ] جو امور انتظامیہ پر عمل اور استقامت کے لیے ممدّ و معاون ہوں۔

امور مصلحہ کی اقسام:

امور مصلحہ کی تین قسمیں ہیں:

منکرین کے لیے:

اکثر مالدار لوگ مال دولت کے نشہ میں توحید یا کسی دوسرے عقیدہ اور حق سے انکار کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کی اصلاح کے لیے قرآن فرماتا ہے:

(۱) دنیا کی محبت میں غلو کرنا دنیوی عذاب کا پیش خیمہ ہے۔

(۲) دنیا کا مال و دولت حقیر، ناپائیدار اور فانی ہے۔

(۳) دنیا سے محبت اخروی عذاب کا پیش خیمہ ہے جیسے سورۃ الکھف ۳۲ تا ۴۹۔ ۳۳ تا ۴۴ میں پہلا مضمون، ۴۵ میں دوسرا، جبکہ ۴۷ تا ۴۹ میں، تیسرا مضمون مذکور ہے۔

مومنوں کے لیے:

حق ماننے والوں کے لیے ضروری ہے کہ حق پر ثابت قدم رہیں اور امور انتظامیہ کے سلسلہ میں ذکر شدہ احکام کے مطابق عمل کریں تاکہ ان کی جماعت منظم اور متحد ہو جائے چونکہ ان احکام پر عمل کرنا مشکل کام ہے، اس لئے ان احکام کے ساتھ ایسے امور ذکر کیے جاتے ہیں جو استطاعت اور عمل صالح میں ممد و معاون ہوں تاکہ ان سے اصلاح باطن ہو اور حق پرستوں کی جماعت مشکل سے مشکل حکم پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو جائے جیسے صوم، صلوٰۃ، حج، زکوٰۃ وغیرہ جیسے سورۃ البقرہ:۲۳۸

امور مصلحہ مدافعہ للعذاب (عذاب سے بچنے کے لیے):

دنیوی یا اخروی عذاب سے بچنے اور نجات کے لیے اللہ تعالیٰ تین باتوں کا حکم دیتا ہے:

(۱) شرک سے بچو (۲) بندگان خدا پر ظلم مت کرو۔ (۳) بندگان خدا کے ساتھ

احسان کرو جیسے: سورۃ اسراء:۲۳ تا ۳۱۔ ۲۳ میں پہلی اور تیسری بات اور ۳۱ میں دوسری بات ذکر ہے۔

ادخال الٰہی:

کسی واقعہ یا مضمون کے بیان کے دوران بیچ میں اللہ تعالیٰ اپنی بات ارشاد فرمائے اگرچہ وہ اسی واقعے یا مضمون کا حصہ تو نہیں ہوتا مگر اس سے متعلق ضرور ہوتا ہے۔ جس کو عام طور پر عربی درسی کتابوں میں جملہ معترضہ کہتے ہیں۔

براعۃ الاستھلال:

تمہید میں ایسی عبارت اور الفاظ ذکر کرنا جو آنے والے مقصد کے ساتھ مناسب ہو اور اُس کی طرف اشارہ ہو اور اسکے ضروری امور پر روشنی بھی ڈالیں۔

اعادہ برائے بعدِ عہد:

ایک مضمون بیان ہو رہا ہو مگر اس کا نتیجہ اور حکم اس مضمون کے ساتھ بیان نہیں کیا جاتا بلکہ اس سے پہلے اس مضمون کے دوسرے متعلقات آجاتے ہیں، پھر نتیجہ ذکر کرنے سے پہلے اس مضمون کو دہرایا جاتا ہے تاکہ نتیجہ اس کے ساتھ مربوط ہو جائے، یہ اعادہ برائے بعدِ عہد ہے۔ مثلاً سورۃ البقرۃ ۳۶ میں ہے کہ: وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیت ۳۸ میں پھر کیوں حکم دیا جارہا ہے: قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيْعًا۔۔۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انہیں آیت ۳۶ میں نیچے اتر جانے کا حکم دیا گیا لیکن درمیان میں سیدنا آدم وحوا علیہما السلام کی سرفرازی اور معافی کا اعلان کیا گیا۔ نیچے اُتر جانے کا حکم ذرا دور رہ گیا اس لیے دوبارہ اُتر جانے کا حکم یہاں آیت ۳۸ میں دوبارہ ارشاد فرمایا۔

ادماج:

دمج سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں: مضبوط گڑھ جانا اور کپڑوں میں لپیٹنا، اصطلاح میں کسی مثال یا واقعہ کے مقصودی حصے کو صراحۃً بیان کر دیا جائے اور غیر مقصودی حصے کو حذف کر دیا جائے جو معمولی غور و فکر سے سمجھا سکے، ادماج یا اندماج کہلایا جاتا ہے۔ [کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم:۱۳۰:۱]

مثلاً: مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا اَضَاۗءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ [سورۃ البقرۃ:۲:۱۷]

مذکورہ بالا آیت میں اندماج ہے، اسْتَوْقَدَ نَارًا کے بعد فِیْهِ رِجَالٌ قَاعِدُوْنَ محذوف ہے، کیونکہ اس کے بعد بنورھم کی ضمیر جمع اس پر دلالت کرتی ہے۔

ربط القلب:

مؤمنوں کی دلوں پر ان کے بڑے بڑے نیک اعمال اور مجاہدوں کی وجہ سے پٹی باندھنا تاکہ حق پر راسخ قدم ہو، استقامت اور یقین محکم پیدا ہو کر اضطراب اور گمراہی سے محفوظ ہو جائیں۔

ختم القلب (دل پر مہر):

یہ ربط القلب کی ضد ہے۔ جب انسان گناہ اور کفر سے بار بار رکنے کے باوجود باز نہیں آتا تو اللہ تعالیٰ اپنے قدرت کاملہ سے اس بندے سے ہدایت اور ایمان کی توفیق بطور سزا سلب کر لیتا ہے، پھر توفیق نہیں ملتی۔

تمت بالخیر

مصادر و مراجع

- قرآن پاک
- الفوز الکبیر فی اصول التفسیر — امام شاہ ولی اللہ دھلویؒ
- العرفان فی اصول القرآن — شیخ القرآن مولانا محمد طاہرؒ
- مقدمۃ جواہر القرآن — شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ
- تنشیط الاذھان فی اصول تفسیر القرآن — شیخ عبد السلام رستمیؒ
- مقدمۃ تسہیل التنزیل — علامہ محمد حسین نیلویؒ
- تسہیل العرفان فی اصول القرآن — شیخ میر سمیع الحق افغانی
- مناھل العرفان فی اصول القرآن — شیخ سلطان غنی عارف شہیدؒ
- تفسیر قرآن کے اصول — مولانا حمید الدین فراہیؒ
- محاضرات قرآنی — ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ
- تفسیر اور اصول تفسیر — مولانا فیصل احمد ندویؒ
- برصغیر میں اصول تفسیر کے مناہج — ڈاکٹر عبید الرحمن محسنؒ
- مطالعۂ قرآن — ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف